خلافت راشدہ	بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	حق چار یار
شمارہ نمبر ۴۶	وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا ۝	اپریل ۲۰۲۶ء

مجلہ پشاور

راہ ہدایت

• کیا صرف روح کے لئے عذاب وثواب ماننے والا سنّی ہے؟	
• عقیدہ کی اہمیت	• جشن نوروز کی حیثیت از روئے اسلام
• مختصر تحقیق مسئلہ علم غیب	• کتاب "صلوٰۃ المسلم" پر تقریظ
• غیر مقلدین کی طرف صحابہ کرام کی گستاخیوں کا اعتراف	

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر

خادم اہلسنت طاہر گل دیوبندی

ناشر

نوجوانان احناف طلباءِ دیوبند پشاور

03428970409

اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کے افکار و نظریات کا امین

مجلّہ راہ ھدایت پشاور

صفحہ	فہرست مضامین
1	عقیدہ کی اہمیت (مولانا حافظ محمد عدیل عمران صاحب حفظہ اللہ)
3	جشن نوروز کی حیثیت از روئے اسلام (مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ)
8	غیر مقلدین کی طرف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گستاخیوں کا اعتراف (مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ)
36	کیا صرف روح کے لئے عذاب و ثواب ماننے والا سنّی ہے؟ (مولانا خیر الامین قاسمی صاحب)
42	مولانا رحمت اللہ صاحب کی کتاب "صلوٰۃ المسلم" پر تقریظ (مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ)
47	مختصر تحقیق مسئلہ علم غیب (قسط:۱) (متعلم حسنین خان)

نوٹ: مجلّہ راہِ ہدایت کے تمام شمارے صرف PDF کی صورت میں دستیاب ہیں!

مولانا حافظ محمد عدیل عمران صاحب حفظہ اللہ

عقیدہ کی اہمیت

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے "ایرانی انقلاب" کے مقدمہ میں "عقیدہ کی اہمیت" کے متعلق بہت اہم باتیں بیان فرمائی ہیں۔ موجودہ حالات کے تناظر میں ان کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کو عام کیا جائے۔

"عقیدہ کی اہمیت ہماری نئی تعلیم یافتہ نسل میں خطرناک حد تک کم ہوتی جارہی ہے۔ اور یہ بڑی تشویش انگیز اور قابل فکر بات ہے۔ انبیاء و غیر انبیاء کی دعوتوں میں اور ان کی جدوجہد کے مقاصد اور محرکات میں سب سے بڑی حد فاصل یہی عقیدہ ہے جس پر وہ کبھی سمجھوتہ اور اونے پونے سودا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ ان کے یہاں ردو قبول، پسندیدگی، ناپسندیدگی کا معیار اور وصل و فصل کی شرط ہی عقیدہ ہوتا ہے۔ یہ دین (جو مسلمانوں کی ساری کمزوریوں کے باوجود) اپنی اصل شکل میں اس وقت تک موجود ہے اسی "عقیدہ" کے معاملہ میں صلابت و استقامت اور حمیت و غیرت کا رہین منت ہے۔ دین کے شارحین و محافظین نے اس سلسلہ میں کسی باجبروت طاقت اور کسی وسیع سے وسیع تر بادشاہی کے سامنے سپر نہیں ڈالی اور اس کے کسی غلط عقیدہ اور دعوے پر سکوت جائز نہیں سمجھا۔ چہ جائیکہ مسلمانوں کے دنیاوی منافع اور اختلاف و تفریق سے بچنے کی لالچ میں قبول کر لیتے یا ہمنوائی کرتے۔"

مزید آگے فرماتے ہیں کہ:

"حقیقت میں اسلام کی حقیقی تعلیم اور صحیح عقیدہ وہ دریا ہے جو کبھی اپنا رخ نہیں بدلتا اور کبھی پایاب نہیں ہو سکتا، سیاسی طاقتیں، وقتی انقلابات، حکومتوں کا قیام و زوال اور دعوتیں اور تحریکیں موجیں ہیں جو آتی اور گزر جاتی ہیں۔ دریا اگر صحیح رخ پر بہہ رہا ہے اور آب جاری ہے تو کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن اگر عقیدہ میں فساد آگیا تو گویا دریا نے اپنا رخ بدل دیا اور اس میں آب صافی کی بجائے گندلا اور ناصاف پانی بہنے لگا۔ اس لیے فساد عقیدہ اور زیغ و ضلال کے ساتھ کوئی دعوت و تحریک کسی ملک کا عروج و اقبال کسی معاشرہ کی جزئی اصلاح یا کسی فساد و خرابی کو دور

کرنے کا دعوی یا وعدہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ وہ حقیقت ہے جس میں اس ملت کی بقا اور دین کی حفاظت کا راز مضمر ہے اور یہی وہ حقیقت ہے جو اپنے اپنے دور کے علماء خادمین دین اور محافظین شریعت و سنت کو اس دشوار اور بعض اوقات ناخوش گوار فرض کو ادا کرنے پر مجبور کرتی رہی ہے۔"

(ایرانی انقلاب ص 15/14)

اسرائیل, امریکہ و ایران کی لڑائی میں ہم نے بہت سوں کو دیکھا جو اپنے عقیدے سے دستبرداری کا اعلان کر چکے اور اس معاملے میں عقیدے کو اہمیت دینے کی بجائے خنزیر اور کتے کی لڑائی میں کتوں کے ساتھ مل گئے اور غائبانہ نماز جنازہ, اور دعائے مغفرت و قصیدے پڑھے گئے اور ابھی تک پڑھے جا رہے ہیں۔ ایسے ناگزیر ماحول میں خوش قسمت ہیں وہ انسان جو اپنے عقیدے پر مضبوطی سے قائم ہیں۔ اور اسی عقیدے پر مرمٹنا اپنے لیے خوش نصیبی سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالی اپنے دین پر استقامت نصیب فرمائے، آمین ثم آمین

مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ

جشن نوروز کی حیثیت از روئے اسلام

نوروز کا معنیٰ ہے "نیا دن" جو کہ شمسی سال کا پہلا دن بھی ہے، اور عیسوی حساب سے 21 مارچ کو اس خطے کے ممالک خاص طور پر فارسی زبان بولنے والے ممالک یہ دن جشن کے طور پر مناتے ہیں، یہ دن اہلِ مشرق کے لیے بہار کی آمد پر مسرت اور شادمنی کا اظہار ہے، ایرانی شمسی نظام یعنی زمین کا سورج کے گرد چکر مکمل ہونے کو سال کا آغاز شمار کرتے ہیں، ایرانی اس آغاز کو ثقافتی دن سمجھ کر مناتے ہیں، اور یہ دن فقط ایران تک محدود نہیں، بلکہ فارسی زبان جہاں جہاں بولی جاتی ہے وہاں اس کے اثرات زیادہ واضح نظر آتے ہیں، جیسے: تاجکستان، افغانستان، آذربائیجان، ہندوستان اور پاکستان کے بعض لوگ اس کو جشن یا تہوار کے طور پر مناتے ہیں، اس جشن کا وجود حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے بھی بہت پہلے سے ملتا ہے۔

نوروز کی علامتیں آگ، روشنی اور سورج ہیں، ان مظاہر قدرت کی عبادت اس خطہ ارض میں "جس میں ایران، آذربائیجان اور موجودہ عراق و شام کے چند علاقے" شامل ہیں تین ہزار سال قبل مسیح بھی کی جاتی تھی، زرتشت (آگ کو پوجنے والوں) کے بقول ہزاروں برسوں سے جاری یہ جشن اور تہوار موسم سرما کے خاتمہ اور بہار کے موسم کی نوید لے کر آتا ہے، اسی بناء پر زرتشت لوگ اس دن تہوار اور اپنے لیے عید کے طور پر مناتے ہیں، اور مختلف ممالک یہ تہوار کئی کئی روز تک جاری رہتا ہے۔

"نوروز" یا "نیروز" ایرانی شمسی سال کا پہلا دن جو 21 مارچ (سنِ عیسوی) کو ہوتا ہے،

"عید النوروز" یا "النیروز" اہلِ فارس کا سب سے بڑا تہوار، نوروز

(القاموس الوحید، مادۃ: ن، و، ر، ص: ۱۷۲۴، ط: ادارۃ اسلامیات)

واضح رہے کہ شریعت میں مسلمانوں کے لیے دو عیدیں ہیں، "عید الفطر"، "عید الاضحیٰ"، جب کہ "نوروز" غیروں کا مذہبی تہوار ہے، کسی مسلمان کے لیے اس کی تعظیم کرنا یا اسے عید سمجھنا یا اس دن کے لیے الگ سے کوئی انتظامات وغیرہ کرنا قطعاً جائز نہیں ہے۔

سنن أبي داوٗد میں ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے، تو اہلِ مدینہ کے دو تہوار تھے، جس میں وہ کھیلا کرتے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا:

"یہ دو تہوار اور دن کیسے ہیں؟"

وہ کہنے لگے کہ:

"ہم دورِ جاہلیت میں ان دو دنوں میں کھیلا کرتے تھے"

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ان دو دنوں کے بدلے تمہیں اچھے اور بہتر دو دن دیے ہیں، وہ "عید الاضحیٰ" اور "عید الفطر" کے دن ہیں۔"

سنن اَبی داوٗد میں ہے:

"عن أنس قال: قدم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة و لهم يومان يلعبون فيهما فقال: ''ما هذان اليومان؟'' قالوا: كنا نلعب فيهما في الجاهلية، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: قد أبدلكم الله بهما خيراً منهما: يوم الأضحى ويوم الفطر."

(باب صلاة العيدين، رقم:1134، ج:1، ص:295، ط:المكتبة العصرية)

فتاوی ہندیہ میں ہے:

"و الإعطاء باسم النيروز و المهرجان لايجوز، و قال صاحب الجامع الأصغر: إذا أهدى يوم النيروز إلى مسلم آخر و لم يرد به تعظيم ذلك اليوم و لكن جرى على ما اعتاده بعض الناس لايكفر و لكن ينبغي له أن لايفعل ذلك اليوم خاصةً و يفعله قبله أو بعده كي لايكون تشبهاً بأولئك القوم."

(مسائل شتى، ج:6، ص:446، ط:رشيدية)

تاریخ ابنِ خلدون میں ہے:

"ولما ملك ابنه كيستاسب شغل بقتال الترك عامة أيامه ودفع لحروبهم ابنه أسفنديار فعظم عناؤه فيهم. وظهر في أيامه زرادشت الّذي يزعم المجوس نبوّته، وكان فيما زعم أهل الكتاب من أهل فلسطين خادما لبعض تلامذة أرميا النبي خالصة عنده، فخانه فيبعض أموره فدعا الله عليه فبرص ولحق بأذربيجان وشرّع بها دين المجوسية. وتوجّه إلى كيستاسب فعرض عليه دينه فأعجبه وحمل الناس على الدخول فيه، وقتل من امتنع .... وقال علماء الفرس: إن زرادشت جاء بكتاب ادّعاه وحيا، كتب في اثني عشر ألف بعده نقشا بالذهب .... وجدّد لهم زرادشت بيوت النيران التي كان منوشهر أخمدها، ورتب لهم عيدين: النيروز في الاعتدال الربيعيّ والمهرجان في الاعتدال الخريفي، وأمثال ذلك من نواميسهم."

(الطبقة الثانية من الفرس وهم الكينية وذكر ملوكهم وأيامهم إلى حين انقراضهم،ج:2،ص:190،ط:دار الفكر، بيروت)

اللامع العزيزي شرح ديوان المتنبي میں ہے:

"النوروز: من أعياد فارس، وهو يوم يرفعون فيه آلات الشتاء من بسط وما يجري مجراه ويستعملون آلات الصيف، وهم يصنعون ذلك إلى اليوم."

(حرف الدال، ومن التي أولها، ص:441، ط:مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الإسلامية)

القسم العربي من موقع(الإسلام،سؤال وجواب)میں ہے:

"كم عيد في الإسلام؟

يلحظ المسلم كثرة الأعياد عند المسلمين في هذه الأزمنة، مثل " عيد الشجرة "، و " عيد العمال " و " عيد الجلوس " و " عيد الميلاد " ...الخ وهكذا في قائمة طويلة، وكل هذا من اتباع اليهود والنصارى والمشركين، ولا أصل لهذا في الدين، وليس في الإسلام إلا عيد الأضحى وعيد الفطر."

(الكتب والمقالات، عيد الأم! نبذة تاريخية، وحكمه عند أهل العلم،ج:۱۳، ص:۹)

یعنی آج کل انسان دیکھتا ہے کہ لوگوں میں بہت سے تہوار رائج ہو گئے ہیں جیسے درختوں کا دن، مزدوروں کا دن، یومِ تخت نشینی، سالگرہ وغیرہ۔ یہ سب دراصل یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی پیروی کا نتیجہ ہیں اور دین میں ان کی کوئی اصل نہیں۔ اسلام میں صرف دو عیدیں ہیں: عید الاضحیٰ اور عید الفطر۔

(از صفحہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی)

اہل تشیع اور نوروز

اگرچہ اہل تشیع حضرات نوروز کے جشن کو مناتے ہیں اور اس کیلئے کچھ غیر معتبر روایات بھی پیش کرتے ہیں لیکن خود حضرت موسیٰ کاظم رحمہ اللہ نے نوروز کے دن کو غیر اسلامی فعل قرار دیا ہے۔

"ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ نوروز کا دن تھا کہ منصور دوانقی نے حضرت موسیٰ کاظم رحمہ اللہ کو حکم دیا کہ امام مجلس تہنیت میں بیٹھیں اور لوگ انہیں مبارک باد دینے کے لئے آئیں اور اپنے ہدیے اور تحفے ان کے پاس لے آئیں. حضرت موسیٰ کاظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے ان اخبار میں یفیتیس و نظر کی ہے جو میرے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوئی ہیں اس عید کے لئے مجھے کوئی چیز نہیں ملی اور یہ عید اھل فارس کی سنت ہے اور اسلام نے اسے محو کر دیا ہے اور میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ ایسی چیز کا احیاء کروں جسے اسلام نے محو کر دیا ہو۔"

(مناقب / شہر آشوب / ج 2 / ص 258، منتہی الامال / عباس قمی / ج 2 / ص 783 / طبع ایران، بحار الانوار / ج 11 / ص 399 / طبع ایران)

آفتاب علی بخاری شیعہ اپنے فیس بک پیج پہ نوروز پر رد کرتے ہوئے ایک شیعہ کو یوں جواب دیتے ہیں کہ:

اس سلسلہ میں جناب معلی بن خنیس کی روایت پیش کی جاتی ہے، نوروز کے حق میں لیکن یہ روایت کئی وجوہات کی وجہ سے صحیح نہیں ہے۔

اولاً: اس روایت کی سند میں انقطاع پایا جاتا ہے کیونکہ شیخ طوسیؒ رحمہ اللہ سے معلی بن خنیس تک کے درمیان سلسلہ سند مکمل نہیں ہے، اس میں کافی راویان موجود نہیں ہیں، چنانچہ یہ روایت منقطع ہے اور ضعیف ہے

ثانیا: اس سلسلے میں ہم نے آیت اللہ سیستانی (شیعہ) سے بھی استفتاء کیا کہ نوروز کی احیب میں آنے والی روایات کے بارے میں ان کی تحقیق کیا ہے تو آیت اللہ سیستانی کا جواب اس طرح تھا۔ کچھ روایات نوروز کے متعلق وارد ہوئی ہیں مگر ان کا معتبر ہونا ثابت نہیں ہے۔

اور یہ روایات درایتاً بھی صحیح نہیں ہیں کیونکہ ان روایات میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوروز کے دن غدیر خم کے مقام پر امام علی رضی اللہ عنہ کی امامت کا اعلان کیا تھا مگر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اسلام کے تمام احکام کا تعلق قمری تاریخوں سے ہے جبکہ اس نوروز کا انحصار شمسی تاریخوں پر ہے کیونکہ یہ دن 21 مارچ کو منایا جاتا ہے، اگر ہم ایک لحاظ سے مان بھی لیں کہ مولانا علی علیہ السلام کی ولایت کا اعلان نوروز کے دن یعنی 21 مارچ کو ہوا تھا لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ تحقیق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ 18 ذی الحج 10 ہجری جو کہ عید غدیر کا دن ہے، اگر ہم اس کو انگریزی کیلنڈر کے مطابق دیکھیں تو 18 ذی الحج 10 ہجری کا دن 16 مارچ 620 عیسوی بنتا ہے نہ کہ 21 مارچ جس میں لوگ نوروز مناتے ہیں. سو اس دن کا تعلق ولایت مولا علی علیہ السلام سے بالکل نہیں ہے۔ چنانچہ یہ روایت روایتاً و درایتاً غلط ہے. الغرض نوروز ایک غیر اسلامی تہوار ہے. اس کا منانا ثابت نہیں ہے۔

(از صفحہ آفتاب بخاري)

لہذا کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ جشن نوروز منائے۔

مفتی رب نواز حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ

غیر مقلدین کی طرف سے
صحابہ کرام کی گستاخیوں کا اعتراف

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں کی گئی غیر مقلدین کی گستاخیوں کو بندہ نے اپنے متعدد مضامین میں نقل کیا ہے۔ اس سلسلہ کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ خود غیر مقلد علماء نے اپنے ہم مذہب لوگوں کے گستاخِ صحابہ ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ اس مضمون میں غیر مقلدین کے گستاخِ صحابہ ہونے پر اُن کی اپنی اعترافی عبارتیں پیش خدمت ہیں۔

صحابہ کرام کو فاسق کہنے کی گستاخی

غیر مقلدین میں "امام اہلِ حدیث" کا لقب پانے والے ایک شخص علامہ وحید الزمان ہیں۔ (سلفی تحقیقی جائزہ صفحہ ۹۴۵ وغیرہ)

وحید الزمان صاحب نے اپنی مزعومہ فقہ نبوی المعروف نزل الابرار من فقہ النبی المختار ۳/ ۹۴ پر پانچ صحابہ کرام کو فاسق لکھا ہے۔ (معاذ اللہ)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے اس حوالے کا اعتراف کرتے ہوئے وحید الزمان کے متعلق لکھا:

"وہ بعض صحابہ کو فاسق بھی کہتا تھا۔"

(توضیح الاحکام ۲/ ۴۲۹)

فاسق بہت بڑے گناہ گار کو کہا جاتا ہے۔

صحابہ کرام کے متعلق نازیبا کلمات

شیخ عمر فاروق قدوسی غیر مقلد نے علامہ وحید الزمان کی کتاب "تیسیر الباری" کے متعلق لکھا:

"اس کتاب میں نواب وحید الزمان نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نازیبا کلمات درج کئے ... نواب صاحب کی سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں بے ادبی ... تیسیر الباری میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو رہا۔"

(اہلِ حدیث پر کچھ مزید کرم فرئیاں صفحہ ۱۷۷)

صحابہ کرام کے بارے میں ناروا باتیں

قدوسی صاحب آگے لکھتے ہیں:

”ہدیۃ المہدی کی تالیف کے دوران ہی علامہ وحید الزمان نے لغات الحدیث کی تدوین و ترتیب شروع کردی تھی اس میں بھی انہوں نے بعض صحابہ کرام کے متعلق ناروا باتیں درج کیں۔“

(اہلِ حدیث پر کچھ مزید کرم فرئیاں صفحہ ۱۷۸)

صحابہ کرام کی شان میں بے ادبی

قدوسی صاحب مزید لکھتے ہیں:

”علامہ وحید الزمان کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی کے متعلق آراو خیالات کسی طرح بھی اہلِ حدیث کے لیے طعنہ نہیں بن سکتے...ایسا شخص حضرت معاویہ یا کسی اور صحابیِ رسول کی شان میں بے ادبی کا ارتکاب کرتا ہے، تو اس کو کس طرح اہلِ حدیث کے ساتھ نتھی کیا جاسکتا ہے؟“

(اہلِ حدیث پر کچھ مزید کرم فرئیاں صفحہ ۱۷۷)

صحابہ کرام کی شان میں کی گئی گستاخیوں کا جواب نہیں بن پڑا تو قدوسی صاحب نے وحید الزمان کے اہلِ حدیث ہونے کا انکار کردیا۔ حالاں کہ وہ اپنے اعتراف اور غیر مقلد علماء کی گواہیوں کے مطابق تارکِ تقلید اہلِ حدیث ہی ہیں۔ حوالہ جات کے لیے بندہ کی کتاب ”زبیر کا علی زئی کا تعاقب“ کا مطالعہ فرمائیں۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نازیبا کلمات

مولانا عمر فاروق قدوسی غیر مقلد نے علامہ وحید الزمان غیر مقلد کی کتاب ”تیسیر الباری“ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”اس کتاب میں نواب وحید الزماں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نازیبا کلمات درج کئے۔“

(اہلِ حدیث پر کچھ مزید کرم فرمائیاں صفحہ ۱۷۷)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ضمیر پر حملہ

مولانا داود راز غیر مقلد نے بخاری کی شرح میں باب ذکر معاویہ کے تحت لکھا ہے:

”حضرت مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات سنہری حرفوں سے لکھنے کے قابل ہیں مگر کوئی انسان بھول چوک سے معصوم نہیں ہے۔ صرف انبیاء کی ذات ہے جن کی حفاظت اللہ پاک خود کرتا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذکر کے سلسلے میں مولانا مرحوم کے قلم سے ایک نامناسب بیان نکل گیا۔ الفاظ یہ ہیں: مترجم کہتا ہے صحابیت کا ادب ہم کو اس سے مانع ہے کہ ہم معاویہ کے بارے میں کچھ کہیں۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ ان کے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کی محبت نہ تھی۔ مختصراً۔“ دلوں کو جاننے والا صرف باری تعالیٰ ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں مولانا مرحوم کا یہ لکھنا مناسب نہ تھا۔ خود ہی صحابیت کے ادب کا اعتراف بھی ہے اور خود ہی ان کے ضمیر پر حملہ بھی۔“

(شرح بخاری ۵/۱۹۱، دوسرا نسخہ ۵/۱۶۵ طبع دار العلم ممبئی)

راز صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ علامہ وحید الزمان نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ضمیر پر حملہ کیا مگر یہ ان کی بھول چوک ہے۔ عرض ہے کیا صحابی کے ضمیر پر حملہ کرنے کو ”بھول چوک“ کہا جاسکتا ہے؟ بھول چوک پر تو مؤاخذہ نہیں ہے رفعت عن امتی الخطاء والنسیان (الحدیث) تو کیا صحابی کے ضمیر پر حملہ کرنے والے سے مؤاخذہ نہیں ہوگا؟

تفسیرِ صحابہ پر لغت کو ترجیح

شیخ صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

”مولانا [ثناء اللہ غیر مقلد (ناقل)] امرتسریؒ ...نے تفسیر صحابہ کے بارے میں [موقف (ناقل)] اختیار کیا تھا کہ صحابی کی تفسیر کے مقابلے میں لُغت کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔“

(الاعتصام: اشاعتِ خاص بیاد مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی صفحہ ۴۸۶)

قاضی شوکانی کا صحابہ پہ جرح کرنا

مولانا ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں:

”علامہ ابن الوزیر الیمانی رحمہ اللہ نے اپنی تمام تر عظمتوں کے باوجود اس مسئلہ میں سلف امت سے علیحد گی اختیار کر کے جو بعض صحابہ کی عدالت کو ہدف تنقید بنایا ہے اس کی بھی ہم نے نقاب کشائی کی ہے اور ان کی بے اعتدالیوں کو اجاگر کیا ہے۔“

(کلمۃ الناشر مقام صحابہ صفحہ ۸)

اثری صاحب مزید لکھتے ہیں:

”خلاصہ کلام کہ علامہ ابن الوزیر رحمہ اللہ اور ان کی اتباع میں علامہ شوکانی رحمہ اللہ کا نیل الاوطار میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت کے حوالے سے موقف قطعا درست نہیں۔“

(مقام صحابہ صفحہ ۹۶)

بعض غیر مقلدین اتباع اور تقلید میں فرق کے قائل ہیں کہ با دلیل بات کی پیروی کرنا اتباع ہے، اور بے دلیل بات کی پیروی تقلید۔ یہاں اثری صاحب کی عبارت میں تصریح ہے کہ شوکانی نے ابن الوزیر کے غلط موقف کی پیروی کی۔ اس کے باوجود اثری صاحب نے اس پیروی پر اتباع کا لفظ استعمال کیا ہے جب کہ انہیں غیر مقلدین کے خود ساختہ اصول کی بناء پر تقلید کا لفظ لکھنا چاہیے تھا۔ اس طرح شوکانی کی طرف تقلید کی نسبت تو ہو جاتی مگر غیر مقلدانہ اصول کی پاس داری کا بھرم رہ جاتا۔

شوکانی کی بسر بن ارطاۃ پر جرح

اثری صاحب لکھتے ہیں:

”ائمہ حدیث نے بسر بن ارطاۃ کو بھی فاسق قرار دیا ہے۔ علامہ یمانی رحمہ اللہ نے یہ بات تنقیح الانظار مع توضیح الافکار، الروض الباسم اور العواصم و القواصم میں کہی ہے بلکہ علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے بھی بسر بن ارطاۃ کی حدیث پر بحث کے دَوران میں کہا ہے: اس کے صحابی ہونے کے ثبوت سے اس سے جرح و قدح ختم نہیں ہوتی، راجح مذہب کے مطابق۔ بلکہ اس پر اہلِ علم کا اجماع ہے جیسا کہ ہم نے اس کے علاوہ اور موقع پر اور محمد بن ابراہیم الوزیر رحمہ اللہ نے اپنی ”تنقیح الانظار“ میں اس کی تحقیق کی ہے...... علامہ ابن الوزیر رحمہ اللہ نے ”تنقیح

الانظار“ میں ان ہی دو صحابہ کے بارے میں کہا ہے کہ وہ عدالت صحابہ کے عمومی حکم سے مستثنیٰ ہیں۔“

(مقام صحابہ صفحہ ۸۰)

فائدہ: اثری صاحب نے لکھا:

”علامہ ابن الوزیر رحمہ اللہ نے خود اقرار کیا ہے کہ تمام صحابہ کی عدالت کے بارے میں ہمارا محدثین سے اختلاف ہے۔“

(مقام صحابہ صفحہ ۹۵)

یاد رہے کہ غیر مقلدین نے اپنی کتابوں میں علامہ یمانی کو اہل حدیث لکھا ہوا ہے۔

صحابی کو سبائی لیڈر کہنا

غیر مقلدین کے رسالہ ”محدث“ میں مولانا عبد الرحمن عزیز کا مضمون شائع ہوا۔ اس میں لکھتے ہیں:

”حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جب اپنے حواریوں سے تنگ آ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کر کے بیعت کی تو سبائیوں کو ناگوار گزرا۔ ان کی برابر کوشش یہی تھی کہ صلح نہ ہونے پائے چنانچہ سبائی لیڈر حجر بن عدی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اسی سلسلہ میں گفتگو کی حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اسے سختی سے ڈانٹا۔“

(محدث ماہ محرم ۱۴۱۹ھ صفحہ ۱۴)

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد مذکورہ بالا عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”مجھے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ جن ”سبائیوں“ کو یہ مصالحت ناگوار گزری ان کے جس سبائی ”لیڈر“ کا نام حجر بن عدی لیا گیا ہے یہ کون ہے؟ جناب من! یہ ”سبائی لیڈر“ حجر بن عدی صحابی رسول ہیں... ابن اثیر لکھتے ہیں: ”حضرت حجر رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی ہانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے اور فضلائے صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔“

(مقالاتِ اثری ۳/ ۳۴۶)

رضی اللہ عنہ کے لاحقہ سے اعراض

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے مذکورہ بالا عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے مزید لکھا:

"اس پر "سبائی لیڈر" کا الزام اہلِ سنت کی فکر کا آئینہ دار نہیں۔ اسی "جرم" کی بنا پر مولانا عبد الرحمن عزیز نے ان پر رضی اللہ عنہ کی علامت بھی مناسب نہیں سمجھی۔"

(مقالاتِ اثری: ۳/ ۳۴۷)

اثری صاحب لکھتے ہیں:

"ان کوفی لیڈروں میں حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ بن صرد خزاعی معروف صحابی ہیں۔ ان کے اسی جرم کی بنا پر مولانا عبد الرحمن صاحب نے ان کے نام پر بھی "رضی اللہ عنہ" کی علامت مناسب نہیں سمجھی۔"

(مقالاتِ اثری ۳/ ۳۴۷)

اثری صاحب آگے لکھتے ہیں:

"انہی خط لکھنے والوں میں ایک جعدۃ بن ہبیرہ بن ابی وہب ہے جیسا کہ محدث میں ہے جب کہ یہ بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں شمار ہوتے ہیں۔ جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرفِ زیارت حاصل ہے جیسا کہ حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے الاصابہ میں بیان کیا گیا ہے۔ مولانا عبد الرحمن صاحب نے یہاں بھی رضی اللہ عنہ" کی علامت مناسب نہیں سمجھی۔"

(مقالاتِ اثری ۳/ ۳۴۸)

صحابہ کرام پر حرف گیری

اثری صاحب نے عزیز صاحب کے مضمون پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"مشاجراتِ صحابہ کے بارے میں سلف کے موقف سے اہلِ علم واقف ہیں۔ سلف نے اس بارے میں گفتگو کی جو ممانعت کی ہے اس کا سبب یہی ہے کہ اس سے احترام و تقدس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر حرف آتا ہے اور ان کے بارے میں ناروا زبانیں کھل جاتی ہیں۔ افسوس کہ مضمون کے مذکورہ مقامات سے اسی کی بو آرہی ہے۔"

(مقالاتِ اثری ۳/ ۳۴۸)

ناصبیت کی بو

مولانا ارشاد الحق اثری نے عزیز صاحب کے مضمون پر تبصرہ کرتے ہوئے جن باتوں کا اعتراف کیا ہے اُن میں سے ایک بات یہ لکھی کہ اُن کے مضمون سے:

"ناصبیت کی بو آتی ہے۔"

(مقالاتِ اثری ۳/ ۳۴۸)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے حکیم فیض عالم صدیقی غیر مقلد کے ناصبی ہونے کا اعتراف کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"فیض عالم صدیقی ناصبی۔"

(علمی مقالات ۶/ ۴۴۷)

حکیم فیض عالم صدیقی بھی اپنے اعتراف اور غیر مقلدین کی گواہیوں کے مطابق تارک تقلید و اہلِ حدیث ہیں۔ حوالہ جات بندہ نے اپنی کتاب "زبیر علی زئی کا تعاقب" حاشیہ: ۴۸۴ میں درج کر دیئے۔ بعض حوالے ہماری اس کتاب میں بھی منقول ہیں۔

ناصبی کسے کہتے ہیں!؟

آپ نے "ناصبیت کی بو" عنوان کے ذیل کو پڑھ لیا، تو اَب یہ بھی جانتے چلیں کہ ناصبی کسے کہتے ہیں۔
شیخ عبد المنان راسخ غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ناصبی ہر اُس شخص کو کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت اور بالخصوص آلِ علی اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنے دل میں گھٹن رکھے اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو نام نہاد خلافت کہے یا حضرت حسنین رضی اللہ عنہ کریمین رضی اللہ عنہما کی صحابیت کا انکار کرے یا واقعہ کربلا کی آڑ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ مقام و مرتبے کو گرانے کی کوشش کرے، ایسی زہر آلودہ فکر کو ناصبیہ اور اس کے فکر کے حامل کو ناصبی کہتے ہیں۔"

(اصلاح کی راہیں صفحہ ۳۵۹)

راسخ صاحب نے یوں بھی لکھا:

”اس وقت ناصبیت عروج پر ہے۔ بعض عاقبت نااندیش تقریر و تحریر کے ذریعہ بہت زہر اُگل رہے ہیں۔“

(حوالہ مذکورہ صفحہ ۳۶۰)

جمہور صحابہ پر حملے کرنے کی جرأت

حکیم عبد الرزاق از رنگوں غیر مقلد نے جمعہ کی دوسری اذان کو بدعت کہا تو اس پر مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد نے یوں تبصرہ کیا:

”عملِ عثمانی کو گمراہی و ضلالت کہنا بالکل غلو ہے جو کسی طرح جائز نہیں...جب حضرت عثمانؓ نے یہ اذان کہلوائی تو اس وقت ہزارہا صحابہ موجود تھے کسی نے اس کو نہیں بدلوایا، نہ عام طور پر مخالفت کی۔ پھر جمہور صحابہ پر حملے کرنا کس قدر جرأت ہے۔“

(فتاویٰ ثنائیہ ۱/ ۴۳۵)

خلفائے راشدین کی شان میں سوئے ظنی

مولانا محب اللہ شاہ راشدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”مولانا محترم [عبید اللہ عفیف غیر مقلد (ناقل)] نے خلفائے راشدین کی چند باتوں کا بھی ذکر کیا کہ یہ باتیں سنت کے خلاف ہیں اور اہلِ حدیث حضرات بھی ان پر عمل نہیں کرتے۔“

(مقالاتِ راشدیہ ۱/ ۲۵۲)

راشدی صاحب نے عفیف صاحب کے مذکورہ نظریہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”ان باتوں کو خلفاء راشدین کے سلسلہ میں اس طرح پیش کرنا کہ یہ کام انہوں نے سراسر سنت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کئے، ان بزرگ ہستیوں کے حق میں سوئے ظن کے سوائے اور کچھ نہیں۔“

(مقالاتِ راشدیہ ۱/ ۲۵۳)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ناانصافی

مولانا محب اللہ شاہ راشدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"علامہ البانی... افسوس وہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں انصاف نہیں کر سکے۔"

(مقالاتِ راشدیہ ۱/۲۵۳)

یاد رہے کہ غیر مقلدین کے حلقہ میں شیخ البانی کو "امام المحدثین" کہا جاتا ہے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عمل کو بدعت قرار دینا

مولانا محب اللہ شاہ راشدی غیر مقلد نے مولانا عبید اللہ عفیف غیر مقلد کے متعلق لکھا:

"اس غیر سند اثر کو لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو ذوالنورین خلیفہ راشد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیسرے نمبر پر (جمہور اہلِ سنت کے نزدیک) افضل خلیفہ تھے، کے اس فعل کو دبے الفاظ میں بدعت قرار دے رہے ہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ایک صحیح العقیدہ اہلِ سنت والجماعۃ کے مسلمان کے لیے تو اس قسم کے انتساب کا تصور بھی سوہان روح ہو گا لیکن کیا کیا جائے وللناس فیما یعشقون مذاھب۔ ایک طرف مولانا اور ان کے ہم نوا اِس کو بدعت قرار دیتے ہیں اضطراری حالت کے تحت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس فعل کی وکالت بھی کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ بے اختیار "عذر گناہ بدتر از گناہ" کا نمونہ سامنے آجاتا ہے۔ فرماتے ہیں: یہ ایک ہنگامی اور وقتی ضرورت تھی جس کے پورے کرنے کے لیے یہ اذان زیادہ کی گئی۔ اب یہ ضرورت چوں کہ ختم ہو گئی ہے، لہٰذا اس سے پرہیز ہی اولیٰ ہے۔ ہماری گذارش یہ ہے کہ یہ ہنگامی یا وقتی ضرورت اَب ختم ہو گئی ہے یا نہیں اس کو آپ سر دست نہ چھیڑیں۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا کوئی آدمی گو وہ خلیفہ راشد ہی ہو اس کا مجاز بھی ہے یا نہیں کہ وہ کسی ہنگامی حالت میں احداث فی الدین [بدعت (ناقل)] کرے؟۔"

(مقالاتِ راشدیہ ۱/۲۵۶،۲۵۵)

راشدی صاحب لکھتے ہیں:

”آپ اس پر عمل کرنا نہیں چاہتے تو نہ کیجئے لیکن دوسروں پر تو اس طرح بے تحاشا نکیر نہ فرمائیں اور اس دھن میں حضرت عثمان خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ وارضاہ کی جانب دبی زبان میں احداث فی الدین کے انتساب سے بھی پرہیز کریں۔“

(مقالاتِ راشدیہ ۱/ ۶۲، ۲۲۶۱)

عملِ صحابی کو ”بدعت“ قرار دینے کی جسارت

مولانا محب اللہ شاہ راشدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”کافی عرصہ پہلے بھی یہ مسئلہ چل نکلا تھا کہ جمعہ کے دن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک اذان جو شروع کرائی تھی، وہ اَب بھی جائز ہے یا نہیں؟ بعض جواز یا مندوب کے حق میں تھے، بعض اس کو بدعت قرار دے کر ناجائز سمجھتے تھے۔ حال ہی میں مولانا ثناء اللہ مدنی نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے جو ”الاعتصام“ میں شائع ہوا ہے، اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد مولانا عبید اللہ عفیف [غیر مقلد (ناقل)] کا مقالہ اسی ”الاعتصام“ میں چار قسطوں میں شائع ہوا، مولانا کی رائے اس کے مطلق جواز کے خلاف ہے۔ ان کے مقالہ سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ یہ بدعت ہے۔“

(مقالاتِ راشدیہ ۱/ ۲۴۸)

راشدی صاحب ہی لکھتے ہیں:

” صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع سے ہمارے نزدیک اس [اذانِ ثانی کے عمل (ناقل)] کو اجتہادی غلطی کہنا بھی مسلّم نہیں لیکن ...افسوس یہ بزرگ [مولانا عبید اللہ عفیف (ناقل)] تو اس کو بدعت ہی میں لا کر چھوڑنے پر مصرُ ہیں۔“

(مقالاتِ راشدیہ ۱/ ۲۵۲)

راشدی صاحب نے عفیف صاحب کے متعلق آگے لکھا:

”پھر اس بغیر سند اثر کو لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو ذوالنورین خلیفہ راشد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیسرے نمبر پر افضل خلیفہ تھے کے اس فعل کو دبے الفاظ میں بدعت قرار دے رہے ہیں۔“

(مقالات راشدیہ ۱/ ۲۵۵)

صحابہ کرام سے بے پرواہی کا اعتراف

امام آلِ غیر مقلدیت علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں:

”غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہلِ حدیث کہتے ہیں، انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائلِ اجماعی کی بھی پرواہ نہیں، نہ سلف صالحین، صحابہ اور تابعین کی۔“

(لغات الحدیث ۲/ ۹۱، ش)

آثارِ صحابہ کی تقلید ضروری نہیں!!

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

”بعضے اہلِ حدیث بظاہر تو اپنے آپ کو اہلِ حدیث کہتے ہیں مگر حکامِ وقت کی خوشامد سے حق باتوں کا اظہار نہیں کرتے۔ بعضے کیا کرتے ہیں کہ تفسیر قرآن میں صحابہ اور سلف صالحین کا طریقہ چھوڑ کر نئے نئے معانی اور مطالب اپنی خواہشِ نفس کے موافق نکالتے ہیں، گویا ترکِ تقلید کے انہوں نے یہ معنی سمجھے ہیں کہ احادیث اور آثارِ صحابہ اور تابعین کی تقلید بھی ضروری نہیں ہے جس طرح چاہو قرآن کی تفسیر کرلو۔“

(لغات الحدیث ۱/ ۲۱، د)

صحابی پر بہت ہی گھناؤنا الزام

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”زبیر علی زئی صاحب کے رسالہ ”الحدیث“ (نمبر ۱۰۳ ص ۱۹) میں... ایک جلیل القدر صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ پر بہت ہی گھناؤنا الزام لگایا گیا۔“

(حدیث یزید محدثین کی نظر میں صفحہ ۱۶)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر اپنے غیر مقلد کو فضیلت دینے کی جرأت

سنابلی صاحب مزید لکھتے ہیں:

”کیا معلوم کہ زبیر علی زئی صاحب کے حمایتی انہیں یزید سے بھی بہتر سمجھتے ہوں، بلکہ ان کے ایک حمایتی نے تو یہاں تک لکھ دیا: ”میرے نزدیک حافظ زبیر علی رح کا مقام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر ہے۔“

(حدیث یزید محدثین کی نظر میں صفحہ ۵)

سنابلی صاحب نے اس حمایتی کا بیان ان کی فیس بک سے لیا ہے اور پھر اس کا عکس بھی شائع کیا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر اس قدر جرأت!!

مولانا ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد نے مسئلہ طلاق ثلاثہ میں اپنے غیر مقلد عالم کی تردید کرتے ہوئے لکھا:

”یہ نہ سوچا کہ اگر حضرات شیعہ کسی وقت آپ کا یہ پرچہ پیش کر کے سوال کو پلٹ کر یوں کہہ دیں کہ آپ کے خلیفہ نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بدل ڈالا، سنت صدیقی کے بھی خلاف کیا اور خود بھی دو تین سال تک اسی سنتِ مستمرہ پر عمل کرتے رہے، پھر اپنے بھی خلاف کیا اور ان زمانوں میں جس قدر صحابہ تھے ان سب کے خلاف کیا گویا خلافِ قرآن کیا، خلافِ حدیث کیا اور خلافِ اجماع صحابہ کیا، ان تین دلیلوں کے بعد آپ کے پاس کون سی دلیل تھی جس سے آپ کو ان کے خلاف کرنا جائز ہوا یا تو دلیل لائیے یا خلیفہ کی مداخلت فی الدین اور معاذ اللہ تحریف و تبدیل دین مانئے۔ تو اس کے جواب میں کیا کہہ سکیں گے؟ اللہ اکبر اہلِ سنت و اہلِ حدیث ہو کر اور خلافت فاروقی کو حق مان کر اس قدر جرأت اعاذنا اللہ منھا۔“

(اخبار اہلِ حدیث، ۱۵/ نومبر ۱۹۲۹ء بحوالہ طلاق ثلاث صحیح احادیث کی روشنی میں صفحہ ۷۴)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر سنت بدلنے کا الزام

مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد نے اپنے ایک عالم کی تحریر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”حضرت عمرؓ کی نسبت یہ تصور دلانا کہ انہوں نے معاذ اللہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو بدل دیا ڈالا، بہت بڑی جرأت ہے واللہ اس عبارت کو نقل کرتے وقت ہمارا دل دہل گیا اور حیرانی ہو گئی کہ ایک شخص جو خود مسئلہ کی حقیقت نہیں سمجھا وہ خلیفہ رسول اللہ کی نسبت یہ خیال رکھتا ہو کہ وہ سنت کے بدلنے میں اس قدر جری تھا استغفر اللہ استغفر اللہ۔“

(اخبار اہلِ حدیث ۱۵ نومبر ۱۹۲۹ء بحوالہ عمدۃ الاثاث صفحہ ۹۸)

صحابہ کرام پر تبرا کا اعتراف

محمد فہد حارث غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اہلِ حدیث مکتبہ فکر میں کئی ایسے اصحابِ علم پیدا ہو چکے ہیں جنہوں نے معرکہ کربلا کو ایک حادثہ فاجعہ کی بجائے رزم حق و باطل بنا کر بیان کیا ہے جس سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی مدحت ایک طرف لیکن کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو اِس وقت نہ صرف حیات تھے بلکہ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت میں داخل بھی تھے جیسے سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا عبد اللہ بن عباس، سیدنا انس بن مالک، کعب بن عمر، صہیب بن سنان، نعمان بن بشیر، عبد اللہ بن عمرو بن العاص، عوف بن مالک، ابو امامہ باہلی، ضحاک بن قیس، عمرو بن امیہ، عقبہ بن نافع، عقبہ بن عامر، مقدام بن معدیکرب، ثابت بن ضحاک، عمر ابن ابی سلمہ، عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم وغیرہم کی ذات گرامی پر تبرا لازم آتا ہے کہ انہوں نے اس خورج میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دیا اور ان کو ان کے اہل و عیال کے ساتھ ظلماً شہید ہونے کے لیے کربلا کے میدان میں اکیلا چھوڑ دیا۔"

(حاشیہ اہلِ سنت اور محرم الحرام صفحہ ۳۸، تصنیف حافظ صلاح الدین یوسف، مکتبہ اصحاب الحدیث لاہور)

صحابہ کرام کی طرف سوء ظن منسوب

شیخ بدیع الدین راشدی غیر مقلد نے ایک مستقل کتاب "نشاط العبد" لکھی جس میں دعوی کیا کہ نماز میں ربنالک الحمد اونچی آواز میں کہنا سنت ہے۔ شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے اس کی تردید میں کہا کہ صحابہ کرام ربنا لک الحمد جہراً نہیں کہتے تھے۔ اگر راشدی صاحب کی بات مان لی جائے کہ اسے جہراً پڑھنا ہی سنت ہے تو صحابہ کرام کی طرف سوءِ ظن کی نسبت ہوتی ہے کہ انہوں نے اس سنت کو جان لینے کے بعد اس پر عمل نہیں کیا۔ چنانچہ سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"پھر یہ دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریقے کو جانتے ہوئے اس پر عمل کیوں نہ کیا؟ حالاں کہ صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

سنتوں پر عمل کے سب سے زیادہ حریص تھے! نیز یہ حکم بھی موجود تھا کہ " صلوا كما رأيتمونى اصلى "[بخاری ۶۲۴۶ ۷]بلکہ علامہ راشدی رحمہ اللہ کے بقول صحابہ کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو جان لینے کے باوجود اس پر عمل نہ کیا، صحابہ کے بارے میں سوءظن ہے،[نشاط العبد:ص ۳۰]بلکہ ایسا گمان ان میں قدح کا موجب ہے،[نشاط العبد:ص ۳۶]۔"

(ربنالک الحمد آہستہ پڑھیں یا بآواز بلند ؟ صفحہ ۲۱، ناشر: دار التحقیق والنشر والطباعۃ، اشاعت: ۲۰۱۰ء)

حافظ محمد ابراہیم کیمرپوری کی صحابہ کے خلاف لب کشائی

مولانا محمد اسحاق بھٹی غیر مقلد نے مولانا داود غزنوی کے حالات میں لکھا:

"صحابہ کرام کے بارے میں ان کے احساسات بہت نازک تھے۔ ان کے مشاجرات کے متعلق نہ خود کوئی بات کرتے تھے ،اور نہ کسی کی بات برداشت کرسکتے تھے۔ وہ مسجد چینیاں والی کے خطیب تھے، لیکن ایک مرتبہ بیماری کی وجہ سے انہوں نے مولانا حافظ محمد ابراہیم کیمرپوری کو عارضی طور خطیب مقرر کر دیا تھا۔ محرم کے مہینے میں حافظ صاحب نے ایک جمعے کے خطبے میں کچھ ایسی باتیں کہیں جو مولانا کے زاویہ فکر سے ہم آہنگ نہ تھیں، وہ خطبے ہی میں بول پڑے: حافظ صاحب بس کیجئے! آج اتنی باتیں کافی ہیں۔" پھر حاضرین سے مخاطب ہوئے: "حضرات! آئندہ جمعہ میں پڑھاؤں گا۔" چنانچہ اگلے چار جمعے انہوں نے پڑھائے۔"

(نقوش عظمت رفتہ صفحہ ۷۷، محمد اسحاق بھٹی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، سن اشاعت: ۲۰۱۷ء)

صحابہ کرام کی گستاخی کا ارتکاب

شیخ عبد الرحمن مکی غیر مقلد نے کہا:

"اللہ کی قسم! آج ہمارے بھائیوں کو شیطان گمراہ کرتا ہے۔ عجیب و غریب وسوسے ڈال دیتا ہے۔ دیکھ! یہ آیت منسوخ ہوگئی ہے، وہ حکم منسوخ ہوگیا......"

پروفیسر طالب الرحمن غیر مقلد نے مکی صاحب کی مذکورہ بات نقل کی، پھر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”مکی صاحب!اگر ان آیات ” انفروا خفافا و ثقالا (التوبہ ......) الا تنفروا یعذبکم (التوبہ ، آیت:۳۹) کو منسوخ کہنا شیطان کی طرف سے گمراہی ہے اور شیطان کے وسوسے ہیں......تو ابن عباس صحابیؓ اور عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ ، حسن بصریؒ تابعی کے قول کو بھی شیطان کی طرف سے گمراہی اور وسوسے قرار دوگے۔ کیا محمد بن کعب وعطاء خراسانیؒ، امام قرطبیؒ، امام شوکانیؒ کو شیطان قرار دوگے بلکہ آپ کا فتویٰ تو ان پر فٹ ہو چکا کیوں کہ یہ تمام افرادِ اس آیت کو منسوخ قرار دے رہے ہیں۔ نبیؐ کے چچا کا بیٹا ابن عباسؓ جن کو رسولؐ اللہ نے دعا دی: اللّٰھم علمه التاويل وفقه الدين (الحدیث) اے اللہ ! اس کو قرآن کی تفسیر اور دین کی سمجھ بوجھ عطا فرما۔ قرآن کے اس علم کے حامل ہونے کی وجہ سے ہی حضرت عمرؓ ان کو بڑے بڑے جلیل القدر صحابیوں کی محفل میں بٹھایا کرتے تھے۔ مکی صاحب! ابن عباسؓ کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ میرے بھائی! کسی کا حقِ نمک ادا کرنے کے چکر میں اپنی زبان کو اتنا طویل نہ کرلو کہ وہ صحابہؓ اور تابعین ائمہ دین کی گستاخی بن جائے۔“

(بارود صفحہ ۷۳......ناشر: مرکزی جمعیت اہلِ حدیث سرکلر روڈ راولپنڈی، اشاعت اول)

تنبیہ: پروفیسر طالب الرحمن نے مذکورہ عبارت ”صحابہؓ کی گستاخیاں“ عنوان کے تحت تحریر کی ہے۔

صحابہ کرام وتابعین عظام پر قدغن

پروفیسر طالب الرحمن نے شیخ عبد الرحمن مکی کی عبارت پر جو تبصرہ کیا، اس میں درج ذیل عبارت بھی ہے:

”اور یہ جو طعنہ آپ نے آیات کی منسوخی اور معطل ہونے کا ہمیں دیا ہے۔ دَر اَصل یہ آپ نے صحابہؓ اور تابعینؒ پر قدغن لگائی ہے۔ دنیا کی چند روزہ زندگی ہے عیش کرلیں، مرکر پہنچنا تو آپ نے بھی رب کے پاس ہی ہے، وہ خود آپ سے حساب کتاب کرلے گا۔“

(بارود صفحہ ۷۵،......ناشر: مرکزی جمعیت اہلِ حدیث سرکلر روڈ راولپنڈی، اشاعت اول)

صحابہ کرام پر الزام تراشی

پروفیسر طالب الرحمن نے شیخ عبد الرحمن مکی کو مخاطب کرکے مزید لکھا:

”مکی صاحب! صحابہؓ کرام پر الزام لگاتے ہوئے کچھ تو اللہ کا خوف کرو۔“

(بارود صفحہ ۷۵)

صحابہ وغیر ہم کی طرف چالبازیوں کی نسبت

پروفیسر طالب الرحمن نے شیخ عبد الرحمن مکی کی عبارت پر تبصرہ کرے ہوئے تحریر کیا:

''مکی صاحب! ہم تو نہ چالبازیاں کرتے ہیں، اور نہ پینترے بازیاں۔ صحابہؓ، تابعینؒ، محدثین، مفسرین کی راہ پہ چلتے ہوئے جہاد کو فرض کفایہ کہتے ہیں۔ اگر یہ چالبازیاں ہیں تو پھر ذرا دھیان رکھئے کہ آپ کے اس فرمان کی تلوار سے صحابہؓ، تابعینؒ، محدثین، مفسرین، ائمہ دین جیسی شخصیات بھی نہیں بچتیں۔''

(بارود صفحہ ۹۳،۹۲)

صحابہ کرام کے کردار کی بھیانک تصویر کشی

شیخ عبد الودود سلفی غیر مقلد نے شیخ ابو زید ضمیر غیر مقلد کو جواب دیتے ہوئے لکھا:

''ابو زید ضمیر نے ابن کثیر، حافظ ذہبی اور ابن تیمیہؒ کی کتابوں کے حوالہ جات کی روشنی میں مسلم فوج کی جس وحشت و بربریت کا نقشہ کھینچا ہے ہے وہ اتنا بھیانک، شرم ناک اور قابلِ افسوس ہے کہ گویا یہ لشکر اسلامی ''لشکرِ اسلامی'' نہیں بلکہ وحشیوں، بربروں او سفاکوں کا کوئی خون آشام لشکر ہو۔ شیعوں اور مخالفینِ اسلام کی یہ بدترین سازش ہے کہ رسول اکرمؐ کے تربیت یافتہ صحابہؓ و تابعینؒ کے کرداروں کو داغ دار ثابت کیا جائے تاکہ لوگوں کے دلوں سے صحابہؓ و تابعینؒ کی عظمت ختم ہو، اور اسلام کی اَثر اندازی کی داستانیں فرضی ثابت ہوں، اور لوگ سوچیں کہ صرف ۴۰ سالوں میں ہی مسلمان اتنے ظالم و جابر اور خوں آشام و سفاک بن گئے! کیا یہی اسلامی تعلیمات کا اَثر ہے؟ کیا اسی قسم کی قوم ان کے رسول کی تربیت سے دنیا میں ظاہر ہوئی؟۔''

(ضرب شدید بر مذمت یزید صفحہ ۶۳،۶۲)

صحابی کو عام آدمی سمجھنا

شیخ عبد الودود سلفی غیر مقلد نے ابو زید ضمیر غیر مقلد کے متعلق لکھا:

”صحابیٔ رسول حضرت مسلم بن عقبی المریؓ کو وہ عام آدمی تصور کر رہے ہیں۔ اسی لئے ان کا یہ طرزِ بیان ہے کہ مسلم بن عقبی راستے ہی مر گیا، اللہ کی طرف سے فوراً فیصلہ یعنی موت کی شکل میں۔“

(ضرب شدید بر مذمت یزید صفحہ ۷۶)

علی زئی معیار کہ صحابہ کرام کو مقلد کہنا توہین ہے

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”مسعودیوں نے بھی صحابۂ کرام کی توہین کی ہے مثلاً فرقۂ مسعودیہ کے امام دوم محمد اشتیاق نے کہا: ”حضرت ابو موسیٰ اور حضرت حذیفہ اس مسئلہ میں حضرت ابن مسعود کی تقلید کر رہے ہیں۔“ (نماز کے سلسلہ میں یوسف لدھیانوی کے چند اعتراضات اور ان کے جوابات ص ۳۰) یاد رہے کہ مسعودیوں کے نزدیک تقلید شرک ہے۔ دیکھئے **التحقیق فی جواب التقلید** (ص ۵)“

(علمی مقالات: ۳/ ۵۶۲، طبع مکتبہ اسلامیہ)

تنبیہ: جس طرح مسعودی غیر مقلدین نے صحابہ کرام کی طرف تقلید کی نسبت کی ہے، اس طرح مدعیان اہلِ حدیث نے بھی صحابہ کرام کی طرف تقلید کو منسوب کیا ہے۔

میاں نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں:

”کل صحابہؓ اور تمام مؤمنین کا قرونِ اولی میں اس پر اجماع ثابت ہوا کہ کبھی ایک مجتہد کی تقلید کرتے اور کبھی دوسرے مجتہد کی۔“

(معیار الحق صفحہ ۱۴۳ دوسرا نسخہ ۱۵۷)

علامہ وحید الزمان حجِ تمتع کی بحث میں لکھتے ہیں:

”معاویہ نے بہ تقلید عثمان منع کیا تھا اور عثمان نے حضرت عمرؓ کی تقلید کی تھی جیسے اوپر گذر چکا۔“

(لغات الحدیث ۳/ ۶۵، ع)

اس طرح کے مزید حوالہ جات ہم اپنی کتاب ”مدعیانِ اہلِ حدیث سے تقلید کا ثبوت“ میں نقل کریں گے۔ یہ کتاب زیر ترتیب ہے، عنقریب منظر عام پہ آجائے گی، ان شاء اللہ۔

سیدنا علی سے امام بخاری تک کو طعن کا نشانہ

شیخ عبد المنان راسخ غیر مقلد نے حکیم فیض عالم صدیقی غیر مقلد کی چیرہ دستیوں کو بیان کرتے ہوئے لکھا:

”مثال کے طور پر ان کا لکھنا کہ (۱)...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کی برائے نام خلافت سے اُمت کو کیا ملا......؟ (۲)...... امام محمد بن شہاب زہری جھوٹوں اور منافقوں کے مستقل ایجنٹ تھے۔ (۳)...... مجمع الزوائد وغیرہ کتب کے مؤلفین یا تو تقیہ کے مسلمان تھے یا قطعاً جاہل تھے۔ (۴)...... سامنے بخاری کی روایت آئی تو بخاری شریف کے احترام میں اندھا دھند ٹامک ٹوئیاں مارتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اور اسی طرح کی کئی ایک باتیں ہیں جن کا لہجہ بھی نامناسب ہے۔ اور جن سے ہمیں سرے سے اتفاق نہیں اور اسی طرح واقعہ افک اور واقعہ کربلا کے بارے میں ان کی تحقیق سو فی صد مسترد ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ صحیح العقیدہ علماء کی سیئات سے تجاوز کرتے ہوئے ان کو اپنی مغفرت میں جگہ عطاء فرمائے، آمین ثم آمین۔“

(اصلاح کی راہیں صفحہ ۳۶۵،۳۶۴)

سیدنا علی اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخیاں

مولانا عبد المنان راسخ غیر مقلد لکھتے ہیں:

”محمود احمد عباسی اور فیض عالم صدیقی صاحب نے روافض کے رَد میں بہت سی کتابیں تحریر فرمائیں، بلاشبہ اُن کی کتابوں میں کہیں نہ کہیں خیر بھی موجود ہے لیکن سچی اور ایمانی بات یہ ہے کہ اُن کی کتابوں میں ناصبیت کا رنگ غالب ہے اور انہوں نے بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُن کے دونوں شہزادوں کے متعلق ایسا زہر آلود قلم چلایا ہے کہ جس سے ہر سچے مومن اور مسلمان کا دل و دماغ پریشان ہے اور پھر ظلم یہ ہوا کہ کئی کم علم اور سادہ مزاج قارئین نے اُن کی کتابوں پر اعتماد کرتے ہوئے اُنہی گمراہ کن افکار کو اپنا موقف بنالیا ہے اور اُس کو عوام کے سامنے پیش کر دیا ہے۔“

(شان حسن و حسین رضی اللہ عنہما صفحہ ۲۳، ایڈیشن گیارہواں، راسخ اکیڈمی فیصل آباد)

حضرات اہل بیت اور صحابہ کرام کی توہین کرڈالی

مولانا عبد المنان راسخ غیر مقلد لکھتے ہیں:

''ہمارے مطالعے کے مطابق روافض کے رَد میں محمود احمد عباسی صاحب اور فیض عالم صدیقی صاحب اس قدر حد سے نکلے کہ اہل بیت اور، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرات محدثین کی بھی توہین کرڈالی۔''

(شان حسن و حسین رضی اللہ عنہما صفحہ ۲۳)

دامادِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں گستاخیاں

مولانا عبد المنان راسخ غیر مقلد نے حکیم فیض عالم صدیقی کی گستاخیاں بتاتے ہوئے ''محبوب خدا سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی توہین'' عنوان قائم کیا۔ پھر اس کے تحت لکھا:

''فیض عالم صدیقی صاحب کے قلم سے دامادِ رسول بھی محفوظ نہیں رہے، اُن کی شان میں ایسی گستاخیاں کی گئی ہیں کہ ایک سچا مسلمان اور محب اہلِ بیت اُس کا تصور بھی نہیں کر سکتا، آپ صدیقی صاحب کے اندازِ تحریر پر غور فرمائیں: ''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی برائے نام خلافت سے امت کو کیا ملا......؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی آپ حصول خلافت کے خیال کو اپنے دل میں پروان چڑھانے میں مشغول تھے۔''

(شان حسن و حسین رضی اللہ عنہما صفحہ ۲۴)

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی توہین

مولانا عبد المنان راسخ غیر مقلد نے حکیم فیض عالم صدیقی کی گستاخیوں کی بابت ''حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی توہین'' عنوان قائم کیا اور پھر لکھا:

''فیض عالم صدیقی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں: ''ان حقائق وشواہد کی روشنی میں حضرات حسنین کو زمرہ صحابہ میں شمار کرنا صریحاً سبائیت کی ترجمانی ہے یا اندھا دھند تقلید کی خرابی۔ [سیدنا حسن بن علی صفحہ ۲۳] اور اسی طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں نامناسب لب ولہجہ اختیار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''سیدنا حسن کو اپنی ماں کا دودھ پینے کا موقع نہ ملا تھا، آپ کی پرورش دوسرے دودھ پر ہوئی تھی اس لئے صحت کے لحاظ سے آپ کمزور تھے اور کما حقہ نشو و

نمانہ پاسکے تھے اور اس پر کثرتِ حرم کی زندگی کے دلدادہ تھے جس کی وجہ سے آپ کو بعض روایات کے مطابق آخری ایام میں سل کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا۔[سیدنا حسن بن علی صفحہ ۸۰]"

(شان حسن و حسین رضی اللہ عنہما صفحہ ۲۵، ایڈیشن گیارہواں، راسخ اکیڈمی فیصل آباد)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت نام نہاد تھی
اور ان کی شان میں مزید گستاخیاں

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"فیض عالم صدیقی کا یہ صحیح مسلم پر بہتان ہے، میں کہتا ہوں جو شخص امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو نام نہاد کہتا ہو۔(دیکھئے سادت بن رقیہ:۴۶)اور ثقہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ پر طعن کرتا ہو۔(دیکھئے ساداب بنی رقیہ:۱۱۳)اسے کب شرم آتی ہے کہ کہ صحیح مسلم پر جھوٹ نہ بولے، ان لوگوں کا اوڑھنا بچھونا ہی جھوٹ، مغالطہ دہی اور تاریخ کی موضوع روایات پر اندھادھند اعتماد ہے...... حکیم فیض عالم صدیقی (ناصبی) وغیرہ نے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخیاں کی ہیں......"

(محبت ہی محبت صفحہ ٦٦، بحوالہ شان حسن و حسین رضی اللہ عنہما صفحہ ۲۸) ایڈیشن گیارہواں، راسخ اکیڈمی فیصل آباد)

سیدنا علی، حسن، ابوذر، سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخیاں

مولانا عبدالمنان راسخ غیر مقلد نے شیخ غلام مصطفی ظہیر امن پوری غیر مقلد سے نقل کیا:

"حکیم فیض عالَم صدیقی صاحب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر رضی اللہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت امام زہری رحمہ اللہ سمیت جس طرح دیگر محدثین کی گستاخیاں کی ہیں اُس کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ وہ ناصبی ہیں۔"

(شان حسن و حسین رضی اللہ عنہما صفحہ ۲۹، ایڈیشن گیارہواں، راسخ اکیڈمی فیصل آباد)

سیدنا علی سے لے کر محدثین و اکابرین تک کی شان میں گستاخیاں

مولانا عبدالمنان راسخ غیر مقلد لکھتے ہیں:

”معزز علمائے کرام اور قارئین عظام اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم نے پوری دیانت داری کے ساتھ فیض عالَم صدیقی صاحب کے نظریات کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے، ان کی روشنی میں آپ اُن کے بارے میں جو بھی رائے رکھیں وہ آپ کا حق ہے مگر ہم عرش و فرش کے مالک رب العالمین کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ جو کچھ اُنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرات محدثین تک اُمت کے اکابرین کو کہا ہے، کوئی سچا اہلِ حدیث ایسی گستاخیوں کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔“

(شان حسن و حسین رضی اللہ عنہما صفحہ ۳۰، ایڈیشن گیارہواں، راسخ اکیڈمی فیصل آباد)

سیدنا عثمان و معاویہ رضی اللہ عنہما کے متعلق توہین آمیز لب ولہجہ

مولانا عبد المنان راسخ غیر مقلد لکھتے ہیں:

”جس طرح حکیم فیض عالم صدیقی صاحب ایک اہلِ حدیث مسجد میں خطیب تھے، اِسی طرح مفتی محمد اسحاق جھال والے بھی اہلِ حدیث مسجد میں خطیب تھے۔ لیکن وہ بھی عقائد، منہج، فروع، فکر اور جماعت کے لحاظ سے اہلِ حدیث نہیں تھے، بلکہ اُن کا تعلق جماعت اسلامی سے تھا اور مولانا مودودی صاحب کی فکر کے پیروکار تھے، مفتی صاحب نے حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اور اسی طرح دیگر اصحابِ رسول کے متعلق جو نامناسب بلکہ توہین آمیز لب ولہجہ استعمال کیا ہے ہم تمام اہلِ حدیث اُس سے بری ہیں۔“

(شان حسن و حسین رضی اللہ عنہما صفحہ ۳۰، ایڈیشن گیارہواں، راسخ اکیڈمی فیصل آباد)

صحابہ کرام رسول اللہ صلی علیہ وسلم پر اعتراض کرتے تھے

شیخ غلام العلی قصوری غیر مقلد نے لکھا:

”یہ [قابل اطاعت ہونے کا (ناقل)] درجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، نہ مطلق۔ کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کئی جگہ [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ناقل)] پر اعتراض کئے۔“

مولانا عبد الجبار غزنوی غیر مقلد نے قصوری صاحب کی مذکورہ عبارت نقل کر کے یوں تبصرہ کیا:

”ملا قصوری حضرت رسالت مآب کو ہر بات میں پیشوا نہیں سمجھتا کچھ اپنا بھی اختیار رکھتا ہے......اور معاذ اللہ اس بات کو صحابہ کبار کی طرف نسبت کرتا ہے کہ وہ حضرت رسالت پر کئی جگہ اعتراضات کیا کرتے تھے۔“

(اثبات الالهام والبيعة صفحہ ۱۱۳)

صحابہ کرام ہر حکم شرعی میں رسول اللہ کے تابع دار نہ تھے

مولانا عبد الجبار غزنوی غیر مقلد نے شیخ غلام العلی قصوری غیر مقلد کے نظریہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”ان روایتوں سے تمہارے مدعا کو کچھ تعلق نہیں۔ تمہارا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات کسی امر دینی کا حکم کرتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اُس پر معترض ہوتے۔ دیکھو! مقامِ حدیبیہ میں قربانی پر انکار کرنا، اور کاغذ قلم لانے کا حکم نہ ماننا (جس کو تم بطریقِ مثال لائے ہو) دینی امر کا انکار ہے۔ قربانی اور نصیحت لکھنی کوئی دنیاوی یا طبعی کام نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ معاذ اللہ اصحاب نبی ہر ایک حکم شرعی میں آپ کے تابع دار نہ تھے، اور یہی بات تم سکھلانی چاہتے ہو۔“

(اثبات الالهام والبيعة صفحہ ۱۲۰)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر بہتان طرازی

شیخ عنایت اللہ اثری غیر مقلد نے درمنثور کے حوالہ سے عیون زمزم کے صفحہ ۳۰ پر لکھا:

”قیصر روم نے امیر معاویہ کو خط لکھا کہ مجھے بتایا جائے کہ مردوں سے کون اور عورتوں سے کون بزرگ ہو گزرا ہے، تو امیر معاویہ نے جواباً لکھا کہ مردوں میں سے حضرت آدمؑ جنہیں اللہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا اور سکھایا پڑھایا اور عورتوں میں سے مریمؑ ہے جس نے احصبت فرجھا، اپنی عفت کے لئے شادی کی تھی۔“

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد نے اثری صاحب کی مذکورہ عبارت نقل کر کے ”امیر معاویہ پر بہتان طرازی“ عنوان قائم کیا، پھر لکھا:

”دیکھا آپ نے اس اقتباس میں صرف دو لفظ عربی ہیں باقی سب اثری صاحب کے ہیں۔ پھر در منثور عربی زبان میں ہے اس میں ”اپنی عفت کے لئے شادی کی تھی“ کے الفاظ ناممکن ہیں۔ یہ اثری صاحب کا اپنا ذہنی ترجمہ ہے جسے آپ نے حضرت معاویہ کی طرف بلا تکلف منسوب کر دیا ہے۔“

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۱۲۶)

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ پر تنقید

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد نے ”حضرت سلمان فارسیؓ پر اعتراض“ عنوان قائم کر کے لکھا:

”سلمان فارسی جلیل القدر صحابی ہیں مگر چوں کہ انہوں نے عیسیٰؑ کو بے پدر کہا ہے، لہذا وہ بھی اثری صاحب کی تنقید سے بچ نہیں سکے۔ ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ ”سلمان فارسیؓ اسلام لانے سے پہلے عیسائی تھے۔[چلئے ایک مسئلہ تو حل ہوا کہ عیسائی بھی آپ کو بے پدر تسلیم کرتے ہیں (کیلانی)] پھر یہ کہ سلمان فارسیؓ نے کسی دوسرے عیسائی سے جو اس کا فاعل ہے (؟) یہ بات بیان کی ہے۔(ع صفحہ ۵۱) اَب سوال یہ ہے کہ صحابہؓ سب کے سب اسلام لانے سے پہلے یا مشرک تھے یا عیسائی تھے یا یہودی تھے۔ اگر وہ اسلام لانے کے بعد بھی دوسرے ناقلوں (؟) کے بیان ہی دیتے رہے تو ان کا اسلام کیا ہوا؟ سلمان پر یہ تنقید فرمانے کے بعد لکھتے ہیں......۔“

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۱۳۴)

حضرت مریم کی ایک ایک فضیلت کا انکار کر دیا

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد نے شیخ عنایت اللہ اثری غیر مقلد کی رائے پر تبصرہ کرتے ہوئے ”حضرت مریمؑ کے فضائل اثری صاحب کی نظر میں“ عنوان قائم کر کے لکھا:

”اَب دیکھئے تطہیر اور اصطفی کے لحاظ سے بھی اثری صاحب حضرت مریم کو ایک عام عورت کی سطح پر لے آئے ہیں جو شوہر دار ہو، اور بچہ کو دودھ پلا رہی ہو۔ دنیا میں ایسی عورتوں کی اکثریت ہے، پھر حضرت مریم کی فضیلت کیا ہوئی؟ مگر اثری صاحب کو تو ان کے نکاح سے غرض ہے۔ فضیلت رہے، نہ رہے وہ اُن کی بلا سے۔ حضرت مریم کی دوسری فضیلت حدیث

سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے نکاح کریں گے، کیوں کہ دنیا میں ان کا کوئی شوہر نہیں تھا۔ آپ نے اُخت موسیٰ کو ساتھ شامل کر کے اور ضعیف حدیث کا سہارا لے کر حضرت مریم کی اس فضیلت کو بھی ختم کر دیا۔ جب اُخت موسیٰ جیسی مجہول الحال عورت بھی رسول اللہ کے نکاح میں آسکتی ہے تو حضرت مریم اور آسیہ کی کیا فضیلت رہ گئی۔ اثری صاحب صرف حضرت مریم کا شوہر ثابت کرنے کی پیچ میں آکر حضرت مریم کے ساتھ حضرت آسیہ کو بھی افضلیت کے مقام سے اُتار کر اُختِ موسیٰ کے مقام پر لے آئے ہیں اُخت موسیٰ اس لئے شامل کی گئی کہ ایک تو اس کا شوہر دار ہونا یقینی ہے، اور دوسرے شوہر کا مسلمان ہونا یقینی ہے۔ حضرت مریم کی تیسری فضیلت عذرا اور بتول ہونے کی تھی جس کو حافظ صاحب نے بِکر کا فلسفہ پیش کر کے اس فضیلت کو بھی مجروح کر دیا ہے۔ حضرت مریم کی چوتھی فضیلت مس شیطانی سے محفوظ رہنے کی تھی۔ اس مس شیطانی کا اثری مفہوم بدکاری لیا جائے یا مس شیطانی سے بچنے کا مفہوم جاہلانہ رسوم کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا لیا جائے، حضرت مریم کی خصوصی فضیلت ختم ہو جاتی ہے۔ اس طرح اثری صاحب نے حضرت مریم کی ایک ایک فضیلت پر پانی پھیر دیا۔ دَر اَصل انہیں حضرت مریم کے کسی سے افضل ہونے سے کچھ سروکار بھی نہیں۔ انہیں تو بس ایک ہی بات سے سروکار ہے، اور وہ یہ کہ کسی نہ کسی طرح حضرت مریم کا شوہر ضرور ثابت ہونا چاہیے۔"

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۱۵۶)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ "حضرت" نہ لکھا جائے

حکیم فیض عالَم صدیقی غیر مقلد نے غیر مقلدین کے ترجمان رسالہ "الاعتصام" کے متعلق لکھا:

"ادارہ الاعتصام کے پیشِ نظر اپنے اکابرین کے اقوال ہوں چنانچہ فتاویٰ ثنائیہ ...... اور فتاوی نذیریہ جلد ۳ صفحات ۳۱۹، ۳۴۵، فتاوی نذیریہ جلد ۳ صفحہ ۴۴۴ پر تو یہاں تک لکھا گیا ہے کہ اگر ایک ہی جگہ حضرت علیؓ اور (حضرت) معاویہؓ کا ذِکر آئے تو (حضرت) معاویہؓ کو حضرت نہ لکھا جائے۔ دین میں شخصیت پرستی دین کے لئے سم قاتل ہے اور پھر شخصیت پرستی جب حدِّ غلو سے بھی بڑھ جائے اور انسان حق و صداقت کے اظہار کو مصلحت وقت اور مداہنت کی نذر کر

دے تو سوائے الامان کے کیا کہا جا سکتا ہے۔ ادارہ الاعتصام اپنی افتاد طبع کے باعث وسعت نظری کا......پا لینے سے ہمیشہ قاصر رہا۔"

(شہادتِ ذوالنورین صفحہ ۲۶، طبع دوم)

تنبیہ: مذکورہ عبارت میں جہاں "......" لگے ہوئے ہیں، "شہادتِ ذوالنورین" کتاب میں اس جگہ کے الفاظ مدہم تھے، پڑھے نہیں جا سکے۔

صحابی کی توہین پر مبنی روایت قبول کرلی

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اَب دیکھنا ہے کہ محترم حافظ زبیر علی زئی کی تحقیق کیا رنگ لاتی ہے؟ کیا جس طرح موصوف نے زیادتِ ثقہ کے علی الاطلاق قبول کرنے والے مرجوح ومتروک اصول کو اپنا کر یزید رضی اللہ عنہ کو مطعون کرنے والی حدیث کو بڑی فراخ دِلی سے قبول کر لیا ہے، کیا موصوف "عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ" سے متعلق وارد ہونے والی اس حدیث پر ایمان لائیں گے؟ واضح رہے کہ صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو مطعون کرنے والی یعنی ان پر حسن پرستی اور اسی کی خاطر کسی اور کی خوب صورت لونڈی غصب کرنے اور چھیننے کا الزام لگانے والی روایت کو انہوں نے پوری فراخ دِلی سے قبول کر لیا۔ واللہ المستعان......ہماری نظر میں یہ روایت مردود ہے۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۲۹)

صحابہ کرام کے عمل کو بدعت قرار دینے کی جرأت

غیر مقلدین کے فتاوی میں لکھا ہے:

"یہ جو آج کل لوگوں میں صلوۃ عیدین کی تکبیریں چھ مروج ہیں، یہ بالکل بدعت اور سبب گمراہی ہیں کیوں کہ ان کا ثبوت شریعتِ محمدیہ میں نہیں ہے......اور یہ جو یہ چھ تکبیریں ہیں یہ مذہبی تکبیر گھڑی گھڑائی ہیں، خدا اور رسول کا ہے تو وہ بڑا کاذب بلکہ اکذب ہے۔"

(فتاوی ستاریہ: ۱/۱۱۸)

یادرہے کہ صحابہ کرام سے عیدین کی زائد چھ تکبیریں ثابت ہیں۔ اس کا بعض غیر مقلدین نے بھی

اعتراف کیا ہے۔ مثلاً

مولانا احمد اللہ دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”چھ تکبیروں کے ساتھ نماز عید حدیث مرفوع صحیح سے صاف طور پر ثابت نہیں گو بعض صحابہ کا فعل موجود ہے۔“

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۲۷/نومبر ۱۹۷۰ء صفحہ ۴)

مولانا داود ارشد غیر مقلد نے ”فتاوی ستاریہ“ کی مذکورہ عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”حقیقت یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام سے چھ تکبیریں کہنی بلاشبہ ثابت ہیں۔ انہیں بدعت قرار دینا بڑی جرأت ہے۔“

(حدیث اور اہلِ تقلید: ۲/ ۶۳۵، ناشر: مکتبہ اہل حدیث فیصل آباد)

صحابہ کرام کے فہم پر اپنے فہم کو ترجیح دینے کا سلسلہ

غیر مقلدین کا ایک طبقہ داڑھی تراشنے کو ناجائز کہتا ہے اگرچہ مٹھی سے زائد حصہ ہی تراشا جائے۔ شیخ زبیر علی زئی نے غیر مقلدین کے اس گروہ کو صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور محدثین کا مخالف بتاتے ہوئے لکھا:

”کسی صحابی سے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پر اس سلسلے میں انکار ثابت نہیں ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسے متبع سنت صحابی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنیں اور پھر خود ہی اس کی مخالفت بھی کریں... مسئلہ یہ نہیں کہ صحابی کا عمل دلیل ہے یا نہیں؟ بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث کا کون سا فہم معتبر ہے۔ وہ فہم جو چودہویں صدی ہجری کا ایک عالم پیش کر رہا ہے یا وہ فہم جو صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور محدثین کرام سے ثابت ہے؟!“

(الحدیث حضرو شمارہ: ۲۷ صفحہ ۵۶، بحوالہ اشاعۃ الحدیث، اشاعتِ خاص بیاد زبیر علی زئی صفحہ ۳۷۵)

صحابہ کرام کے خلاف گمراہ فرقوں کی پیروی

مولانا عبد العزیز (سابق سیکرٹری جمعیت مرکزیہ اہلِ حدیث ہند لاہور) لکھتے ہیں:

”صوفی عبد الحق صاحب غزنوی مرحوم نے اربعین لکھی، جس میں مولوی ثناء اللہ کی

تفسیر (عربی) کی چالیس ایسی غلطیاں لکھیں جن کے متعلق مصنف رسالہ اربعین نے یہ ثابت کیا کہ ان مقامات میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے بعض جگہ احادیث اور بعض گہ صحابہ کرام اور تمام محدثین کے خلاف تفسیر کی ہے اور متکلمین، معتزلہ، جہمیہ وغیرہ فرق ضالہ کا اتباع کیا ہے۔"

(فیصلہ مکہ صفحہ ۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

اس عبارت میں یہ صراحت بھی ہے کہ خلافِ حدیث اور خلافِ صحابہ بات کی پیروی بھی "اتباع" ہے۔لہذا بعض غیر مقلدین کی طرف سے یوں کہنا کہ "اتباع صرف صحیح اور حق بات ماننے کا نام ہے۔"غلط ہو۔

عقائدِ صحابہ کرام کے برعکس معتزلہ وجہمیہ کے عقائد کی اشاعت

مولانا عبد العزیز (سابق سیکرٹری جمعیت مرکزیہ اہلِ حدیث ہند لاہور) لکھتے ہیں:

"جماعت اہلِ حدیث کے اعیان درد مند اور مخلص حضرات سے ملتمس ہوں کہ حق و صداقت کو شخصیتوں پر نہ رکھیں بلکہ تمام شخصیتوں کو حق پر پرکھیں، اور دیکھیں کہ کون ہے جو صحابہ کرام، تابعی **عظام**، ائمہ دین اور تمام محدثین کے مسلک کے خلاف معتزلہ اور جہمیہ وغیرہ کے عقائد کو جماعت اہلِ حدیث میں شائع کر رہا ہے، نہ صرف شائع کر رہا ہے بلکہ سینہ سپر ہو کر فرق ضالہ کی حمایت کر رہا ہے اور ان کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے؟ اور کون ہے کہ جب اس خالص مسلک اہل حدیث کی طرف دعوت دی جائے تو وہ اذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم کے مطابق نظر آئے؟ اور کون ہے جو اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے جماعت میں تفریق وتشتت کا باعث ہوا؟ اور کون **عظمة السلطان** کو حکم اور ثالث مان کر روگردانی اور سرتابی کر رہا ہے؟ اور کون جماعت کی عزت وحرمت کو اپنی ذاتی عزت وشہرت پر قربانکر کے اس پُر آشوب دَور میں جماعتی اختلافات کو پہلے پہل اخبارات میں لا کر اس کی نشر واشاعت کا ذمہ دار ہوا؟ اور کون اپنی مفروضہ اور مزعومہ عزت کی خاطر عظمۃ السلطان امام عبد العزیز کے دشمنوں کے ساتھ مل کر ان کی بعض مخالفانہ تقریروں اور تجویزوں کی مؤتمر مکہ میں تائید کرتا رہا؟ اور کون اپنے آپ کو جماعت اہلِ حدیث کا نمائندہ کہہ کر دشمنان اہلِ حدیث سے مل کر موتمر مکہ میں امام عبد العزیز ابن سعود اور ان کی حکومت کے خلاف مفاد تجاویز میں اور

شورش پسند لوگوں کے ایجی ٹیشن میں حصہ لیتا رہا؟ اور کون **عظمة السلطان** کا فیصلہ اپنے خلاف دیکھ کر مدینہ منورہ میں ایجی ٹیشن کے لئے چندہ جمع کر کے ایجی ٹیٹروں کی حوصلہ افزائی کرتا رہا؟ اور اس کے انتظام کی خوام خواہ نکتہ چینی کرتا رہا؟ ان سوالا پر ٹھنڈے دل سے غور رکنے کے بعد ہر منصف مزاج ان شاء اللہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب خود پسندی کی جکڑ بندیوں میں گھرے ہوئے ہیں اور جب کبھی بھی ان کی شہرت اور خود پسندی کے خلاف کوئی چیز ان کے سامنے پیش کی گئی تو انہوں نے ہمیشہ استکبار اور علو سے کام لیا اور اس کی کچھ پروا نہ کی کہ جماعت کی عزت وحرمت پر اس کا کیا اَثر ہو گا!۔"

(فیصلہ مکہ صفحہ ۳۹، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

اجماع صحابہ کے خلاف کفار و مشرکین کی پیروی

غیر مقلدین کی کتاب میں ایک صاحب نے مولانا ثناء اللہ امر تسری کے خیالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"آمین اور رفع یدین کرنے سے س کو اہلِ حدیث کہتے ہیں، اور اسی پر لڑتے ہیں اور مقدمہ بازی میں تالندن پہنچتے ہیں حالاں کہ یہ مسائل فروعی ہیں اور سلف میں مختلف فیہاہیں، اور پھر جملہ اُصول ایمان اور عقائد اسلام کو بیخ اور بنیاد سے اُکھاڑ کر دُور پھینک دیتے ہیں اور جماعت صحابہ اور ان کے اجماع کو رَد کر کے کفار اور مشرکین کی بے دلیل تقلید کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ ہم کہاں نکل گئے اور پھر وہ پکے اہلِ حدیث ہیں۔"

(ا**الفیصلة الحجازیة** صفحہ ۳۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

صحابہ کرام پر ہنسی و تمسخر

غیر مقلدین کے "شیخ الاسلام" مولانا ثناء اللہ امر تسری نے صحابی کے بارے میں ایک نازیبا بات تحریر کی تو شیخ سید ابوالحسن غیر مقلد نے اس پر یوں تبصرہ کیا:

"بلاشبہ جو شخص صحابہ کرام پر ہنسی و تمسخر کرے وہ احمق و مخطی ہے۔"

(اشاعة السنة جلد ۲۳ صفحہ ۵۹)

مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

کیا صرف روح کے لئے عذاب وثواب ماننے والا سنّی ہے؟

(امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری رح کی ایک عبارت کی وضاحت)

الحمدللّٰہ وکفی وسلام علی عبادہ اللذین الصطفی امابعد!

امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ العرف الشذی میں فرماتے ہیں:

"ثم لاھل السنۃ قولان قیل ان العذاب للروح فقط وقیل للروح والجسد"

(العرف الشذی برحاشیہ ترمذی ص317)

فرقہ مماتیہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے یہ نتیجہ اخذ کر لیتے ہیں کہ جو لوگ فقط روح کی جزاوسزا کے قائل ہیں وہ اہل سنت ہیں۔ لیکن ان کا یہ استدلال بچند وجوہ باطل ہیں۔

اولا: گزارش ہے کہ حضرت شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ وسیع النظر عالم تھے شاید ان کے معلومات میں کوئی ایک آدھ آدمی ایسا گزرا ہے جو فقط روح کی جزاسزا کے قائل تھا۔ اور وہ بظاہر اہل سنت کے ذمہ میں شمار ہوتا تھا اس لیے حضرت شاہ صاحب نے قولان فرمایا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جمہور اہل سنت کا قول یہی ہے کہ عذاب روح اور جسد دونوں کو ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جمہور کی رائے کو ترجیح ہوتی ہے ایک آدھ آدمی کی رائے جمہور کے مقابلہ میں قابل قبول نہیں۔

ثانیا: حضرت شاہ صاحب نے متصل یہ تحریر فرمایا ہے:

"والمشهور الثاني اختاره اكثر شارحي الهدايه وهو المختار"

یعنی مشہور یہی دوسرا قول ہے کہ عذاب روح اور جسد دونوں کو ہوتا ہے۔ ہدایہ کے اکثر شارحین نے اسی کو پسند فرمایا ہے اور یہی مختار مذہب ہے۔

توجب حضرت شاہ صاحب نے دوسرے قول کو مختار مشہور اور اکثریت کا مذہب قرار دیا ہے تو پہلا قول اس کے مقابلہ غیر مختار غیر مشہور اور اقلیت کا مذہب ٹھہرے گا۔ جب حضرت شاہ صاحب نے ہر لحاظ سے دوسرے قول کو راجح اور قول اول کو مرجوح قرار دیا ہے۔ تو کیسے اسے اہل سنت کا قول قرار دیا جائے۔

ثالثا: حضرت شاہ صاحب مزید لکھتے ہیں:

"وان صار البدن ذرة في الدنيا فان الشعور لكل شيء عند جمهور الامة وتفرد ابن هزم الاندلسي"

یعنی اگر بدن انسانی ذرہ ذرہ ہو کر دنیا میں پھیل جائے تو تب بھی جمہور امت کے نزدیک ہر چیز کو شعور حاصل ہے۔ اور ابن حزم اندلسی نے اس کا انکار کر کے راہ تفرد اختیار کی ہے۔

اب دیکھیے علامہ سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ اس پہلے قول کو ابن حزم کا تفرد قرار دے رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تفرد تفرد ہوتا ہے وہ اہل سنت والجماعت کا مذہب نہیں بن سکتا۔

رابعا: حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے جو دو قول نقل فرمائے ہیں ان میں پہلا قول ہے کہ عذاب فقط روح کو ہوتا ہے۔ حالانکہ خود مماتیوں کا یہ مذہب نہیں ہے کہ عذاب فقط روح کو ہوتا ہے بلکہ یہ یہ لوگ روح اور بدنی مثالی کے عذاب کے قائل ہیں۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اہل سنت کے دو قول ہے تو مماتیوں کا عقیدہ کسی قول کے مطابق بھی نہیں ہے۔ نہ قول اول کے مطابق نہ قول ثانی کے مطابق۔ ان کا عقیدہ تو ان دونوں اقوال سے مختلف ہیں تو اب شاہ صاحب کی نقل کے مطابق بھی یہ لوگ اہل سنت میں شمار نہیں ہو سکتے۔

تفہیم کا ایک اور طریقہ

اگر اشاعت التوحید والے بضد ہے کہ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ نے ہمیں اہل سنت میں شمار کیا ہے تو تفہیم کے لیے ایک اور طریقہ ذہن نشین فرمالیں!! بات یہ ہے کہ سن 1998 عیسوی میں ایک کتاب بنام خس کم جہان پاک اشاعت التوحید والسنہ والوں کی طرف سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں اشاعت التوحید والوں نے مولوی احمد سعید چتروڑ گڑی کے جماعت سے اخراج کے اسباب اور وجوہات بیان کیے ہیں۔ اور ان جملہ اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مولوی احمد سعید جماعت کے اکابرین کی توہین کرتا ہے ان کو گالیاں دیتا ہے اور ان پر شرک کفر اور ارتداد کے فتوے چسپا کرتا ہے۔

مثلاً جتوئی ضلع مظفر گڑھ کے ایک عالم ربانی حلفاً کہتے ہیں مولانا احمد سعید خان نے حضرت مولانا قاضی شمس الدین رحمہ اللہ اور حضرت شاہ صاحب مدظلہ سن 84 عیسوی میں بے شمار گالیاں دی۔

(خس کم جہان پاک صفحہ 116)

اور ایک مقام پر لکھا ہے کہ

"شیخ القران حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا احمد سعید نے جی بھر کر گالی دی۔ کئی علماء اس واقعے کے چشم دید گواہ ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہم غلاف کعبہ کو ہاتھ میں تھام کر قسم کھاسکتے ہیں کہ احمد سعید نے شیخ کو ننگی گالیاں دی تھیں۔"

(خس کم جہان پاک صفحہ 116)

مزید لکھا ہے:

"پیر طریقت حضرت شاہ جی کے بارے میں ایک سے زائد مقامات پر وہ یہ کہہ چکے ہیں کہ شاہ صاحب عمر کے اس حصہ میں ہیں جہاں ذہن کم ہی کام کیا کرتا ہے۔"

(خس کم جہان پاک صفحہ 117)

اور ایک مقام پر لکھا ہے:

"احمد سعید کہتے ہیں میرے نزدیک دیوبندی بریلوی سب مشرک کافر ہیں دونوں لا الہ الا اللہ کے مخالف ہیں۔

(خس کم جہان پاک 135)

اسی طرح اس کتاب کے صفحہ 14 اور صفحہ 75 پر لکھا ہے:

"احمد سعید چترورگڑی نے سید عنایت اللہ شاہ گجراتی کو مرتد بنایا۔"

آمدم برسر مطلب

اب مذکورہ بالا حوالہ جات کو سامنے رکھ کر اگر کوئی شخص یہ رائے قائم کرے

"ثم لاهل الاشاعة في عناية اللّٰه شاء كجراتى قولان، الاول كافر مشرک مرتد، الثاني امام الموحدين"

اب اہل اشاعت اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ یہ پہلا قول اہل اشاعت کا تصور ہوگا کیا؟ اس قول کی اشاعت کی طرف نسبت درست ہوگی یا وہ اس قول کو ایک شخص کا تفرد کہہ کر رد کر دیں گے۔ تو جس طرح اشاعت کے ہاں یہ پہلا قول تفرد ہونے کی وجہ سے مردود ہے اور جمہور اشاعت التوحید والسنہ کا مذہب یہی دوسرا

قول ہے۔ اسی طرح حضرت سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری کی عبارت کا مطلب سمجھیے کہ انہوں نے دوسرے قول کو مختار اور جمہور اہلسنت کا مذہب قرار دے کر پہلے قول کو تفرد قرار دیا ہے لہذا یہ پہلا قول مردود ہے۔

(عذاب قبر کی صحیح صورت کے منکر کا شرعی حکم 24 تا صفحہ 28)

خامساً: حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمت اللہ علیہ نے اگرچہ ترجیح اس قول کو دی ہے کہ عذاب قبر روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوتا ہے لیکن فقط روح کے لیے عذاب قبر کے قائلین جیسے بعض معتزلہ وغیرہ کو اہل سنت میں شمار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل سنت کا لفظ اہل بدعت اور اہل باطل کے مقابلے میں بولا جاتا ہے۔ اور بدعت کی دو قسمیں ہیں: مکفرہ اور غیر مکفرہ۔ اسی طرح باطل کی بھی دو قسمیں ہیں ایک باطل وہ ہے جو کفر ہے۔ دوسرا باطل وہ ہے جو فسق وضلالت اور گمراہی ہے لیکن کفر نہیں۔ جب بدعت اور باطل کی دو قسمیں ہیں تو اہل بدعت اور اہل باطل کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک اہل کفر، دوسرے اہل فسق، جو گمراہ ہیں لیکن ہیں اہل اسلام اور مسلمان۔ موقع محل کے مطابق اہل سنت کا لفظ دو طرح استعمال ہوتا ہے:

نمبر ۱: بمقابل اہل کفر، اس وقت اہل سنت کا معنی ہو گا اہل اسلام۔ اس میں تمام اہل اسلام فرقے اہل سنت میں شامل ہوں گے۔ یعنی فاسق بھی اہل سنت میں شامل ہے اہل بدعت اہل ضلالت جو ہنوز کفر کی حد میں داخل نہیں ہوئے بمقابل اہل کفر، وہ بھی اہل سنت میں داخل ہوں گے۔

نمبر ۲: اہل سنت بمقابل اہل فسق یعنی ان لوگوں کے مقابلہ میں جو ہیں تو اہل باطل اہل بدعت اور گمراہ، مگر کافر نہیں اس صورت میں اہل سنت سے مراد ہوں گے وہ اہل حق جو ہر قسم کی گمراہی بدعت اور باطل سے منزہ اور پاک ہیں خواہ وہ کفر ہو یا فسق ہو۔

منکرین عذاب قبر کی دو قسمیں ہیں:

ایک وہ جو مطلقاً عذاب قبر کے منکر ہیں ان کے نزدیک نہ روح اور جسم دونوں کو عذاب ہوتا ہے نہ فقط روح کو، یہ عقیدہ کفر ہے۔ اس عقیدہ کے حاملین کتاب وسنت کی قطعیات کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہیں۔ جیسے ملحدین۔

دوسرے وہ جو روح اور جسد دونوں کے لیے عذاب کے منکر ہیں لیکن اکیلی روح کے لیے عذاب قبر کے قائل ہیں۔ جیسے معتزلہ اور ابن حزم یہ عقیدہ فسق ہے بدعت ہے گمراہی وضلالت ہے مگر کفر نہیں۔ جبکہ صحیح اور حق عقیدہ یہ ہے کہ عذاب قبر روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوتا ہے پس عذاب قبر کے قائلین دونوں فرقے اہل

اسلام ہیں۔ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ان ملحدین کفار کے مقابلہ میں قائلین عذاب قبر کے دونوں فرقوں کو اہل سنت کہا ہے اس لیے اہل کفر کے مقابلے میں اہل سنت کا معنی ہو گا اہل اسلام اور معتزلہ فرقہ جو صرف روح کے عذاب کا قائل ہیں وہ اگرچہ فاسق ہے گمراہ ہیں اہل بدعت ہیں لیکن ہیں مسلمان۔ اس وجہ سے ان کو بھی حضرت شاہ صاحب نے اہل سنت میں شامل کیا ہے۔ اور جن اکابرین نے معتزلہ کو اہل سنت سے خارج قرار دیا ہے وہاں مقابلہ ان اہل حق کے ساتھ ہے جو روح و جسد عنصری دونوں کے لیے عذاب قبر کے قائل ہیں۔ یعنی یہ اہل سنت بایں معنی ہیں کہ ان کا عقیدہ اتنا صحیح اور حق ہے کہ اس میں نہ فسق ہے نہ کسی قسم کی بدعت گمراہی ضلالت اور نہ باطل کی ذرہ برابر امیزش ہے۔ اس میں نہ بدعت مکفرہ ہے نہ غیر مکفرہ، بلکہ خالص حق ہے۔ جبکہ معتزلہ کا عقیدہ فسقیہ اور بدعت غیر مکفرہ کا حامل ہے۔ اس لیے ان اہل حق کے مقابلے میں وہ اہل سنت سے خارج ہیں۔

تائید: مسئلہ یہ ہے کہ روح حادث ہے یا قدیم۔ بعض بے دین زندیق لوگ قدیم ہونے کے قائل ہیں یعنی وہ روح کو اللہ تعالی کی مخلوق نہیں مانتے۔ یہ کفر ہے جبکہ صحیح اور حق عقیدہ یہ ہے کہ روح قدیم نہیں بلکہ حادث ہے ۔ اللہ کے پیدا کرنے سے وجود میں آیا۔ حتی کہ معتزلہ بھی دوسرے اہل حق کی طرح روح کو حادث مانتے ہیں۔ لہذا اس پر اہل سنت کا اجماع ہے اس عقیدے کو بیان کرتے ہوئے **حاشية العدوی علی کفاية الطالب الرباني** (جلد 1/106) میں لکھا ہے:

> "قوله باجماع السنه لا يخفى انه ليس المراد باهل السنه ما قابل المعتزلة لانهم يوافقوننا على ان الارواح حادثه ومراده هنا باهل السنة الاسلاميون لان المخالف في ذلك كافر الذين هم الزنادقه"
>
> ارواح کے حادث ہونے پر اہل سنت کا اجماع ہے یہ بات مخفی نہ رہے اس عبارت میں اہل سنت کا وہ معنی مراد نہیں جس معنی میں معتزلہ کے مقابلے میں بولا جاتا ہے۔ کیونکہ معتزلہ بھی اس مسئلہ میں ہماری موافقت کرتے ہیں کہ ارواح حادث ہیں پس اس جگہ اہل سنت سے مراد اہل اسلام ہے کیونکہ اس میں جو مخالفت کرنے والے ہیں وہ کافر زندیق ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اہل سنت جب اہل کفر کے مقابلہ میں استعمال ہو تو اس وقت اہل سنت کا معنی

ہوتا ہے اہل اسلام اور اہل اسلام کے تمام فرقوں کو شامل ہوتا ہے۔ چونکہ اس مسئلہ میں معتزلہ اہل حق کے ساتھ موافقت کرتے ہیں اور وہ مسلمان ہیں اس لیے اس جگہ بمقابل اہل کفر اہل سنت کا معنی ہو گا اہل اسلام، اور یہ معتزلہ کو بھی شامل ہے۔ اور کبھی معتزلہ کے وہ عقیدے جو کفر نہیں لیکن اہل حق کے عقیدوں سے مختلف ہیں ان خلاف حق عقیدوں کی وجہ سے معتزلہ گمراہ ہیں اور اہل بدعت ہیں۔

پس جب معتزلہ یا ان جیسے مسلمان مگر گمراہ فرقوں کے مقابلہ میں اہل سنت کا لفظ بولا جائے گا تو وہاں اہل سنت کا معنی ہو گا وہ اہل حق جن کے عقائد حقہ میں فسق کے درجہ میں بھی بدعت وضلالت اور گمراہی کی امیزش نہ ہو۔ اس وقت معتزلہ اہل سنت سے خارج ہوں گے اس اصول کی روشنی میں حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

(ملخصاً تحقیق عقیدہ حیات الانبیاء ج2/571,572)

وفیات

ہمارے مجلّہ راہِ ہدایت کے مجلسِ مشاورت کے سرگرم رکن جن کی کئی اہم مضامین بھی مجلّہ راہِ ہدایت میں شائع ہو چکے ہیں یعنی محقق اہلسنت حضرت مولانا عبد الرحمٰن عابد صاحب حفظہ اللہ، ان کے والد محترم کا پچھلے دنوں انتقال ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین کرام سے مخلصانہ دعاؤں کی درخواست کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے والد محترم کی کامل مغفرت فرمائے، انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

مجلّہ راہِ ہدایت کی انتظامیہ اپنی اور اپنے قارئین کی طرف سے حضرت مولانا سے دلی تعزیت کا اظہار کرتی ہے۔ ہم سب حضرت کے ساتھ اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔

مفتی رب نواز، مدیر اعلی مجلہ "الفتحیہ" احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور

مولانا رحمت اللہ صاحب کی کتاب "صلوٰۃ المسلم" پر تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہلِ سلام کا مسلمہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے مطابق بجا لایا جائے۔ احکامِ الٰہی میں سے ایک مرکزی حکم نماز کا ہے۔ جس طرح دیگر مسائل کو احادیث کی روشنی میں بجالانا ضروری ہے، اسی طرح نماز کو بھی سنت کے مطابق پڑھنے کی تاکید ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

صلوا کما رائیتمونی اصلی، نماز پڑھو جیسا کہ تم نے مجھے دیکھا کہ میں نماز پڑھتا ہوں۔

(صحیح بخاری)

اس حدیث میں حکم دیا گیا کہ نماز ویسی پڑھنی چاہیے جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے۔ اس لئے علمائے کرام نے حدیثوں اور سنتوں کو سامنے رکھ کر نماز کی کئی کتابیں مرتب کیں۔ ایسی کتابوں میں سے ایک اہم کتاب "صلوٰۃ المسلم" ہے، اسے میرے مہربان دوست حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب حفظہ اللہ نے ترتیب دیا۔ اس مختصر تحریر میں اس کتاب کا تعارف کرانا مقصود ہے، مگر اس سے پہلے کتاب کے مصنف کی بابت کچھ جان لیں۔

مصنف کا تعارف

محمد رحمت اللہ بن شیر بہادر نے ضلع ہری پور کے گاؤں میں قائم مدرسہ تعلیم القرآن علی خان میں قاری شاہ جہاں صاحب کے پاس حفظِ قرآن مکمل کیا۔ درسِ نظامی: اولیٰ تا سادسہ علاقہ کی معروف دینی درس گاہ مدرسہ عربیہ مفتاح العلوم کھلابٹ ٹاؤن شپ میں جامع المعقول والمنقول حضرت مفتی محمد عمر صاحب کی زیر نگرانی پڑھا۔ بعد ازاں درس نظامی کی تکمیل عالَم اسلام کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ اشرفیہ لاہور میں کی۔

جامعہ اشرفیہ میں ہی آپ نے حضرت مولانا علامہ ڈاکٹر خالد محمود رحمہ اللہ (پی ایچ ڈی لندن)، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی صوفی سرور رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی عبید اللہ اشرفی رحمہ اللہ، حضرت مولانا فضل

الرحیم اشرفی رحمہ اللہ، حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ العالیٰ، مولانا فیاض الدین چترالی دامت برکاتہم اور دیگر راسخ و مستند علماء کرام سے علمِ حدیث حاصل کیا۔

قرآن کریم کی تفسیر شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا منیر احمد منور دامت فیوضہ (شیخ الحدیث باب العلوم کہروڑپکا) سے پڑھی، اور اصولِ حدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سعد صدیقی بن مولانا مالک کاندھلوی بن حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی سے۔ عقیدہ ختم نبوت حضرت علامہ ڈاکٹر سعید عنایت اللہ مکی صاحب (مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ) سے پڑھا۔ حاصل یہ کہ آپ نے وقت کے بڑے بڑے شیوخ اور علماء کرام سے فیض پایا ہے۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم بھی رکھتے ہیں، عصری تعلیم میں "ایف اے" کیا ہوا ہے۔

فراغت کے بعد آپ نے تدریس کے میدان میں قدم رکھا۔ پہلے ضلع ہری پور کی قدیم دینی درس گاہ دار العلوم احمد المدارس سکندر پور میں پڑھایا۔ اَب جامعۃ الغنی حطار میں تدریس کی خدمت سر انجام دے رہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے محلہ کی مسجد: جامع مسجد بلال یاسر کالونی علی خان میں امامت و خطابت بھی ہے۔ مکتب تعلیم القرآن کی نگرانی بھی کر رہے ہیں۔ مقامی اخبار و جرائد میں بہت سے کالم لکھے۔ ایک اندازے کے مطابق دو سو کالم انہوں نے لکھے ہوں گے، والحمدللہ۔ ٹیلی ویژن پہ بھی کئی پروگرام کئے، اور مختلف چینلز پر جا کر صدائے دین بلند کی۔

اور ماشاء اللہ اَب تو انہوں نے تصنیف کے میدان میں بھی قدم رکھ دیا۔ اُن کی پہلی تصنیفی کاوش "صلوٰۃ المسلم" کے نام سے ہمارے سامنے ہے۔ ذیل میں اس کتاب کا تعارف ملاحظہ ہو۔

کچھ "صلوٰۃ المسلم" کتاب کے بارے میں

حضرت مولانا محمد رحمت اللہ دام ظلہ کی کتاب "صلوٰۃ المسلم" کے اکثر مقامات دیکھنے کا مجھے موقع ملا۔ اس کی جو خوبیاں سامنے آئیں، انہیں یہاں عرض کر دیتا ہوں۔

(۱) نماز کی کچھ کتابیں ایسی ہیں جن میں حدیث و سنت سے ثابت شدہ مسائل کو واضح اور آسان کر کے لکھ دیا گیا، کیوں کہ عوام الناس ثابت شدہ مسئلہ معلوم کر لینے کو کافی سمجھتے ہیں۔ اور بعض کتابوں میں مسائل کو دلائل سے ثابت کیا گیا، تاکہ تحقیق کے رسیا لوگوں کی ضیافت ہو سکے۔ ان کتابوں میں حدیثوں کو نقل کر کے اَصل مآخذ کا حوالہ تو دیا گیا مگر پرانے طرز کے مطابق صرف جلد اور صفحہ نمبر کی قید کے ساتھ۔ جب کہ آج کل حدیث نمبر درج کرنے کا رواج ہے۔ "صلوٰۃ المسلم" میں ہر حدیث درج کرنے کے بعد اس کا نمبر درج کیا گیا، اس لئے مراجعت

کرنے والے کو اَصل کتاب سے حدیث تلاش کرنے میں آسانی رہے گی۔

(۲)چوں کہ اس کتاب میں جگہ جگہ احادیث و آثار کو پیش کیا گیا ہے، اس لئے اس کے مطالعہ سے احادیث و آثار سے آگاہی حاصل ہو گی۔ یوں نماز کے مسائل و فضائل جاننے کے ساتھ ساتھ کتاب کو پڑھنے والا احادیث کے انوار سے اپنا دل منور کرے گا، ان شاء اللہ۔

(۳)حدیث کا مطالعہ رکھنے والے احباب جانتے ہیں کہ بعض اوقات حدیثوں میں ظاہری تعارض بھی واقع ہوتا ہے، ایسی صورت میں تطبیق دینا بہتر ہوتا ہے۔ مصنف نے بھی ایسے مقامات پر دونوں طرح کی حدیثوں میں تطبیق دی، اور اگر اُن میں سے کوئی حدیث منسوخ تھی، تو اس کے منسوخ ہونے کو بیان کر دیا۔

(۴)اسی طرح کسی فریق نے اگر حدیث سے استدلال کیا، اور اُن کا استدلال کمزور تھا تو مصنف نے اُن کے استدلال کی کمزوری کو ظاہر کر دیا۔ اور اگر اُن کی مستدل حدیث سنداً ضعیف تھی، تو اس کے ضُعف کو بھی باحوالہ نقل کر دیا۔

(۵)اس کتاب کی ایک امتیازی خوبی یہ ہے کہ حدیث درج کرنے کے بعد اس پر صحیح یا حسن ہونے کا حکم بھی نقل کیا گیا ہے۔ اور جس محدث یا عالم سے حدیث کی تحسین و تصحیح نقل کی، اس کا حوالہ بھی دیا۔ انہوں نے اگرچہ تصحیح و تحسین نقل کی، مگر یہ بھی محنت طلب کام ہے، اس کا اندازہ وہی لگا سکتے ہیں جو اِس سے واقف ہوں۔ میری معلومات کے مطابق تخریجِ حدیث کے سلسلہ کی ہمارے حلقہ کی یہ مستقل، جامع اور ضخیم پہلی کتاب ہے، تو سوچیے مصنف نے اس کے لئے کتنی محنت کی ہو گی، اور انہیں کتابوں کے کتنے اوراق الٹنے پڑے ہوں گے!۔ مصنف کی یہ محنت یقیناً لائقِ صد تحسین ہے۔

(۶)مصنف نے کہیں کہیں رواۃ حدیث پر بھی بحث کی ہے۔ ثقہ کی ثقاہت کو اور ضعیف راوی کے ضعف کو نقل کیا ہے۔

(۷)یہ کتاب کافی حد تک جامع ہے۔ بندہ نے نماز کے موضوع پر جتنی کتابیں پڑھی ہیں، اُن میں سب سے زیادہ جامع یہی کتاب ہے۔ اس میں نماز کے فضائل درج ہیں۔ فرائض، سنن اور مستحبات کا بیان ہے۔ پانچ وقتی نماز، سنتوں اور نوافل کا تذکرہ ہے۔ سفر و حضر کی نماز کے مسائل مذکور ہیں۔ جمعہ، عیدین، جنازہ، تراویح، تہجد، خسوف و کسوف، صلوٰۃ استخارہ اور صلوٰۃ التسبیح کو باحوالہ لکھا گیا۔ کتاب کا جامع الابحاث ہونا خوبی ہے، اور جب اس زاویہ سے سوچا جائے کہ مصنف کی یہ پہلی تصنیف ہے تو داد دیئے بغیر رہ نہیں سکتے، اللھم زد فزد۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس سے کام لینا چاہے، اسے اس کام کی توفیق دے دیتا ہے، اور اسی کے مطابق وسائل بھی۔ مصنف نے اللہ کی توفیقِ

خاص سے اتنی جامع، ضخیم اور حوالہ جات سے لبریز کتاب لکھ لی، ماشاء اللہ والحمد للہ۔ جن کا نقشِ اول اچھا ہے تو نقش ثانی یقینا بہتر اور نقش ثالث بہترین ہو گا، ان شاء اللہ۔

(۸) کتاب کا اَصل موضوع نماز ہے، مگر چوں کہ جب تک طہارت حاصل نہ ہو تب تک نماز پڑھنا جائز ہی نہیں۔ اس لئے انہوں نے پہلے طہارت کے مسائل کو تفصیل اور دلیل کے ساتھ بیان کیا۔

(۹) جو مسائل اس سے پہلی کتابوں میں درج کئے جا چکے، مصنف نے وہ بھی اپنی کتاب میں شامل کر لئے، اور بہت سے مزید بھی۔ اس لئے جو شخص اِس کتاب کو پڑھے گا، اسے کئی کتابوں کا حاصل اس کتاب میں مل جائے گا، اور بہت سا مزید مواد بھی، ان شاء اللہ۔

(۱۰) مصنف کا لب و لہجہ شائستہ ہے، اختلافی مسائل کو سنجیدگی سے بیان کیا، اور کسی پر طعن کئے بغیر دلیل کی زبان میں گفتگو کی ہے، اور جو مسئلہ اَز روئے حدیث راجح تھا، اس کا راجح ہونا بتایا، اور جو مسئلہ مرجوح تھا، اس کا مرجوح ہونا واضح کیا۔

(۱۱) کئی مقامات پر مصنف نے مسائل لکھے اور دلائل دیئے۔ آخر میں تحریر کیا کہ تفصیل کے لئے فلاں فلاں کتاب دیکھیں۔ اور انہیں یہ طرز عمل اختیار کرنا پڑا تا کہ کتاب ایک جلد میں رہے۔ اگر زیادہ تفصیل سے لکھتے تو کتاب کی دو جلدیں بن جاتیں۔

(۱۲) مسائل لکھنے کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ انہیں سوال و جواب کی شکل میں ڈھالا جائے۔ مصنف نے اس کتاب میں کئی جگہ مسائل کو سوال و جواب کی شکل میں تحریر کیا ہے۔

(۱۳) کتاب میں حدیثوں کی اصل عربی عبارات پیش کی ہیں۔ البتہ جہاں متن پیش کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی، وہاں مفہوم ذِکر کر کے حدیث کی کتاب کا حوالہ دے دیا تا کہ جو صاحبِ ذوق اصل عبارت دیکھنا چاہے، دیکھ لے۔

(۱۴) پاک و ہند میں عمل بالحدیث کا دعوے دار ایک فرقہ ہے۔ مصنف نے اس فرقہ کے کئی مسائل کو احادیث کی رُو سے کمزور اور مرجوح ثابت کیا ہے۔ پھر لطف یہ کہ اپنی تائید میں خود انہی کے علماء کی گواہیاں درج کی ہیں۔

(۱۵) اور بعض مقامات پر یہ بھی واضح کیا کہ اس مسئلہ میں اُس فرقہ کے پاس صرف قیاس ہے، منقولی دلیل ر حدیث نہیں مثلاً وتروں میں قنوت پڑھتے ہوئے ہاتھ اُٹھانا قیاسی مسئلہ ہے، نہ کہ منقولی۔

(۱۶) مصنف نے اکثر حوالے اَصل ماٰخذ سے خود ہی نقل کئے ہیں۔ جہاں کہیں کسی کتاب سے کوئی بات لی ہے، اس

کتاب کا حوالہ دے دیا۔ دیانت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جس کتاب سے عبارت لی ہے، اس کا حوالہ دیا جائے۔

(۱۷) مصنف کی یہ ادا مجھے اچھی لگی کہ بندہ نے جہاں کہیں تعبیر بدلنے کا، یا کسی لفظ کو حذف کرنے کا مشورہ دیا، تو انہوں نے خوش دلی سے قبول کیا۔ یہ اُن کی وسعتِ ظرفی کی دلیل ہے۔

(۱۸) مسائل کے اثبات کے لئے حدیثوں کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ عظام کے حوالے بھی دیئے۔ اور بعض مقامات پر علماء کرام کے فتاوی بھی نقل کئے۔ اور یہ طرز عمل کوئی نیا نہیں۔ کتب حدیث میں حدیثوں کے بعد ائمہ و محدثین کے اقوال بھی بیان کئے گئے ہیں۔ سنن ترمذی، طحاوی اور مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کتبِ حدیث اس کا واضح ثبوت ہیں۔

(۱۹) مصنف نے مسائل نماز کی بابت اُٹھنے والے اعتراضات کا تسلی بخش جواب بھی دیا مثلاً بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ نماز کی سنتوں اور واجبات کی تعداد کتابوں میں مختلف درج ہے۔ مصنف نے اس کا جواب تحریر کیا ہے کہ جہاں تعداد کم ہے، وہاں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ اور جہاں زیادہ ہے، وہاں تفصیل سے بحث کی گئی۔ سوشل میڈیا پر نماز کے مسائل پر جو اعتراضات اُٹھائے گئے ہیں، اُن کے بھی مستند و مدلل جوابات مصنف نے اس کتاب میں لکھ دیئے ہیں۔

(۲۰) کتاب اپنی جامعیت کے لحاظ سے، اور مندرجات کے مدلل ہونے کی وجہ سے اس لائق ہے کہ ہر مسلمان اس کا مطالعہ کرے، بالخصوص ائمہ مساجد اس کو ضرور اپنے مطالعہ میں رکھیں۔ میں بھی چوں کہ امام مسجد ہوں، اس لئے میں بھی اس کتاب کو اپنے پاس رکھوں گا، ان شاء اللہ۔

قارئین کرام! بندہ نے کتاب کے تعارف میں چند باتیں لکھ دی ہیں، جب آپ مطالعہ کریں گے، تو اس طرح کی کئی مزید خوبیاں پائیں گے، ان شاء اللہ۔

حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب دام ظلہ کو اپنی نوعیت کی اس منفرد کتاب لکھنے پر ہم ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ ان کی اس کاوش کو قبول کرے اور لوگوں کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق دے، آمین۔

رب نواز عفا اللہ عنہ

مدیر اعلیٰ مجلہ "الفتحیہ" احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور

۱۴ رمضان المبارک ۱۴۴۷ھ...... مطابق ۴ مارچ ۲۰۲۶ء

متعلم حسنین خان حفظہ اللہ، مدرسہ انس بن مالک پشت تحصیل بلڈنگ تخت بھائی (قسط:۱)

مختصر تحقیق مسئلہ علمِ غیب، فوائد صفدریہ کی روشنی میں

تعریف علم غیب

سوال: علم غیب کسے کہتے ہیں؟

جواب: علم غیب کے نو(۹) تعریفات مندرجہ ذیل ہے۔

حوالہ نمبر ا: بزازیہ جلد نمبر ۴ صفحہ ۱۱۹

" وما اعلم اللّٰہ تعالی لخیار عبادہ بالوحی او الالھام الحق لم یبق بعد الاعلام غیبا "

ترجمہ: یہ جو اللہ اپنے برگزیدہ بندوں کو وحی یا سچے الہام کے ذریعے کوئی غیب کی خبر دیتا ہے تو یہ بتلانے کے بعد غیب نہیں رہتا۔

حوالہ نمبر ۲: تفسیر نسفی جلد ۲ صفحہ ۶۱۷

وھو ما لم یقم علیہ دلیل ولا اطلع علیہ مخلوق

ترجمہ: غیب وہ ہے جس پر دلیل قائم نہ ہو. وحی کا ذریعہ نہ ہو. کشف نہ ہو. مخلوق کو اس پر اطلاع نہ ہو. مخلوق کو اطلاع ہوگئی تو علم غیب نہ رہا۔

حوالہ نمبر ۳: نبراس شرح عقائد مشہور شرح صفحہ ۳۴۳

والتحقیق ان الغیب ما غاب عن الحواس والعلم الضروری والعلم الاستدلالی وقد نطق القرآن بنفی علمہ عمن سواہ تعالی فمن ادعی انہ یعلمہ کفر ومن صدق المدعی کفر واماما علم بحاسۃ او ضرورۃ او دلیل فلیس بغیب ولا کفر فی دعواہ ولا فی تصدیقہ عند المحققین۔

ترجمہ: اور تحقیق علم غیب وہ ہے جو حواس ظاہری سمع وبصر سے غائب ہو اور علم ضروری وحی والہام

اور علم استدلالی علامات و دلائل پر اس کی بنیاد نہ ہو کتاب اللہ اور ارشادات واحادیث میں اللہ کے سوا جس علم غیب کی نفی فرمائی گئی ہے وہ یہی علم غیب ہے اور اس کا مدعی و مصدق بالاتفاق کافر ہے لیکن جو امور سمع وبصر سے محسوس و مدرک ہوں یا وحی یا الہام یا علامات و دلائل سے معلوم ہوں وہ غیب نہیں اور نہ ان سے متعلق علم علم غیب ہے۔

حوالہ نمبر ۴: تفسیر نسفی جلد ۲ صفحہ ۲۲۳

ما یدرک بالدلیل لا یکون غیبا۔

ترجمہ: جب زریعہ وحی کا آگیا واسطہ کشف کا آگیا تو اسے بھی علم غیب نہیں کہا جائے گا۔

حوالہ نمبر ۵: تفسیر مظہری جلد ۷ صفحہ ۱۲۸

ماغاب عن المشاھد ولم یقم علیہ دلیل عقلی

ترجمہ: یعنی علم غیب وہ کہ جو مشاہدے سے غائب ہو اور حواس سے معلوم نہ ہو سکے لہذا جب اطلاع اس میں آگئی اخبار آگیا تو جہلاء والا کام نہیں کریں گے اس پر علم غیب کا اطلاق نہیں کریں گے۔

حوالہ نمبر ۶

علامہ آلوسی حنفی (رح) کی مشہور تفسیر روح المعانی ہے، جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۲۹۹

فالعلم بہ لکونہ بواسطۃ الاسباب لا یکون من علم الغیب

ترجمہ: علم جو کسی واسطے سے ہو اسباب سے ہو وحی کشف کا واسطہ آگیا تو وہ علم غیب نہیں

حوالہ نمبر ۷: ساتواں حوالہ علامہ شامی کے رسائل ابن عابدین ہے جلد نمبر ۲ صفحہ ۴۵۹

ان علم الانبیاء والاولیاء ھو بااعلام من اللہ تعالیٰ لھم و علمنا بذالک ھوا باعلامھم لنا وھذا غیر علم اللہ تعالیٰ الذی تفرد بہ و ھو صفۃ من صفاۃ القدیمۃ الازلیۃ الدائمۃالابدیۃ النزھۃ عن التغیر وسمات الحدوث والنقص والمشارکۃ والانقسام بل ھو علم واحد جمیع المعلومات کلیاتھا وجزئیتھا ما کان منھا وما یکون لیس بضروری ولا کسبی ولا حادث

بخلاف علم سائر المخلوق اذا تقرر ذالک فعلم الله المذكور هوالذى يمدح به واخبر فى الآيتين بانه لا يشاركه فيه احد فلام يعلم الغيب احد الا هو وما سواه ان علموا جزئيات منه فهوا باعلامه واطلاعه لهم و حينئذا لا يطلق انهم يعلمون الغيب اذ لا صفة لهم يقتدرون بها على الاستقلال بعلمه وايضا هم علموا وانما علموا۔

ترجمہ: بے شک انبیاء اور اولیاء کا علم انہیں خدا تعالیٰ کے بتلانے سے ہوتا ہے اور ہمیں ہوتا ہے اور یہ علم اس علم خداوندی سے مختلف ہے جس کے ساتھ صرف ذات باری تعالیٰ متصف ہے خدا تعالیٰ کا علم اس کی ان صفات قدیمہ ازلیہ دائمہ وابدیہ میں سے ایک صفت ہے جو تغیر او علامات حدوث سے منزہ ہے اور کسی کی شرکت اور نقص انقسام سے بھی پاک ہے وہ علم واحد ہے جس سے خدا تعالیٰ تمام معلومات کلیہ وجزئیہ ماضیہ ومسیقبلاء کو جانتا ہے نہ وہ بدیہی ہے نہ نظری اور نہ حادث بخلاف تمام مخلوق کے علم کے کہ وہ بدیہی و نظری اور حادث ہے جب یہ بات ثابت ہو گئی تو خدا تعالیٰ کا علم مزکور جس کے ساتھ وہ لائق ستائش ہے اور جس کی مزکورہ دو آیتوں میں خبر دی گئی ہے ایسا ہے کہ اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں سو غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے خدا تعالیٰ کے علاوہ اگر بعض حضرات نے غیبی باتیں جانیں تو خدا تعالیٰ کے بتلانے اور اور اطلاع دینے سے جانیں اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ علم غیب رکھتے ہیں کیونکہ یہ ان کی کوئی ایسی صفت نہیں جس سے وہ مستقل طور پر کسی چیز کو جان لیا کرے اور یہ بات بھی ہے کہ انھوں نے اسے خود نہیں جانا اس لئے اسے علم غیب نہیں کہا جاسکتا۔

حوالہ نمبر ۸: حوالہ نمبر ۸ فتح الباری صفحہ ۴۹۱

لان بعض الغيوب اسبابا قد استدل بها عليه ان ليست ذالک من الحقيقة

ترجمہ: بعض غیوب کیلئے کچھ اسباب ہوتے ہیں اور اسی سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ یہ علم غیب کی قبیل سے نہیں ہے۔

حوالہ نمبر ۹: نواں حوالہ بریلوی کتاب سے، جاء الحق صفحہ ۸۳

مفتی احمد یار صاحب یار صاحب لکھتے ہیں:

"جو علم عطائی ہو اسے غیب نہیں کہا جاتا غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں"

دلیل نمبر ا

پارہ ۳ رکوع ۲ آیت ۲۵۵، علم غیب کلی پر استدلال اور اسکا جواب

تفسیر فوائد صفدریہ

استدلال: بریلوی مسلک کا ایک مولوی اس آیت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے علم غیب کلی کو یوں ثابت کرتا ہے کہ یہاں ما عموم کیلئے ہے۔

جواب: جواب انکا یہ ہے کہ اسکا استدلال دو طریقوں سے باطل ہے۔

ا:۔الموصولات لم یوضع للعموم

۲:۔اگر ما عموم کیلئے مان لیں تو استثناء الکل عن الکل لازم آتا ہے جو باطل ہے لازم یوں آتا ہے کہ اس صورت میں معنی ہو گا کہ وہ احاطہ نہیں کرتا کسی چیز پر اس کے علم میں سے۔یہ بھی کل پر دال ہے اور بعد میں ما بھی عموم پر دال ہے لہذا اس صورت میں استثناء الکل عن الکل لازم آتا ہے جو کہ باطل ہے۔

(کرسیه) کے معنی (علمه) یا اس سے حقیقی معنی کرسی بھی مراد لیا جاسکتا ہے ساتویں آسمان کے اوپر عرش پھر عرش کے اوپر کرسی ہے۔

اشکال: (السموات) کو جمع ذکر کیا اور (الارض) کو مفرد ذکر کیا جب (الارض) کیساتھ مل گیا تو چاہئے تو یہ تھا کہ (ولا یئوده حفظهما) کہہ دیتے کیونکہ جمع ہے اور اسکے بعد ذکر کر دیا (حفظهما)۔

جواب: امام بخاری فرماتے ہیں کہ (السموات) کو شی واحد قرار دیا اور زمین کو الگ شی ثانی قرار دیا لہذا دو ہوئے اسلئے تثنیہ کا صیعہ لایا۔

دلیل نمبر ۲

پارہ ۴ رکوع ۹ آیت ۱۷۹

(ما کان الله لیذر الذین المؤمنین............ وان تؤمنوا وتتقوا فلکم اجر عظیم)

فوائد صفدریہ:

اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (انباءالغیب) دی ہے (تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک) لیکن وہ (انباء الغیب) ہے کل علم غیب نہیں، انباء الغیب (غیب کی کچھ خبریں) اور چیز ہے اور عالم الغیب ((کائنات کا کل علم غیب)) اوور چیز ہے۔

اہل بدعت اس آیت سے **وما کان الخ** سے استدلال کرتے ہیں لیکن انکا یہ استدلال باطل ہے کیونکہ اگر اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علم غیب کلی ثابت کریں تو اس وقت پورا قرآن بھی نازل نہیں ہوا تھا سورہ النساء سورہ توبہ وغیرہ تو اس کے بعد نازل ہوئیں تو گویا ان کا علم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ تھا تبھی تو بعد میں نازل ہوئیں ورنہ نزول کا پھر کیا فائدہ؟ جب پہلے سے علم تھا۔

2 دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر اس آیت سے سارا علم غیب ثابت ہو جائے تو اس آیت کا کیا مطلب ہو گا **لاتعلمھم نحن نعلم** (التوبہ ۱۰۱)

مزید نکات کتاب ازالتہ الریب میں دیکھیں۔

دلیل نمبر ۳

پارہ ۷. رکوع ۱۱. آیت ۵۰. سورہ الانعام۔

(قل لا اقول لکم عندی حذائن الله ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک .....افلا تتقون)

فوائد صفدریہ:

ربط: کافروں نے یہ کہاں کہ اے محمد (صلہ) تم کہتے ہو کہ عذاب آئیگا تو اس وقت بتاو کہ یہ عذاب کب آئیگا؟ اللہ تعالی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کفار کو فرمادیں کہ یہ غیب کی باتیں ہیں میرے پاس تو غیب کی باتیں نہیں ہے اور نہ ہی میرے پاس حذانے ہیں اور نہ میں فرشتہ ہوں۔

اشکال: بریلوی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور عاجزی کہا جاتا ہے۔

جواب: جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور عاجزی کہا جائے تو پھر (**انی ملک**) بھی بطور عاجزی کہا جائے گا، تو معاذ اللہ نبی (صلہ) فرشتہ ہو جائے گا۔

اعتراض: بریلوی کہتے ہیں (**لا اقول لکم**) میں **لا** اور (**ولا اعلم الغیب**) میں **لا** نفی ہے اور نفی، نفی پر داخل ہو جائے تو معنی اثبات کا ہو جائے گا، تو مطلب یہ ہوا کہ پیغمبر علیہ السلام کو علم غیب تھا۔

جواب: اگر نفی پر نفی داخل ہو جائے اور معنی اثبات کا ہو جائے گا، تو پھر (**لا اقول لکم انی ملک**) میں بھی **لا** نفی ہے اور نفی پر نفی داخل ہے تو معنی یہ ہوئی کہ میں فرشتہ ہوں معاذ اللہ؟

(جاری)

شرائط وضوابط

مضامین لکھنے والے حضرات چند باتوں کا خیال رکھیں!

1) اہل علم کے ساتھ رائے کا اختلاف آپ کا حق ہے اور یہ حق آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔ لہٰذا آپ ہزار بار اختلاف رکھیں لیکن کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کریں۔

2) علمی تنقید کریں اور الفاظ کے چناؤ میں مہذب انداز اختیار کریں۔

3) تنقیدی انداز اپنانے کے لئے اگر آپ حضرات درجہ ذیل اکابرین کا انداز اپنائیں تو ان شاء اللہ آپ کی علمی تنقید کسی کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور مخاطب سمجھے گا کہ مضمون نگار اللہ کے رضا کیلئے لکھ رہا ہے کسی کی ذات پہ نشتر لگانے کے لیے میدان میں نہیں اترا ہے۔

۱: امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

۲: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

۳: حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۴: بحر العلوم سلطان المحققین علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

۵: شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

4) مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو، ان کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ راہِ ہدایت میں شائع نہیں ہوں گے۔

5) ہمارا مجلہ چونکہ خالص مسلکی ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔

6) مجلہ راہِ ہدایت میں صرف اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے مضامین شائع ہوں گے۔

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

https://archive.org/details/@tahirguldeobandi15258